

میں کی کیا عکاسی

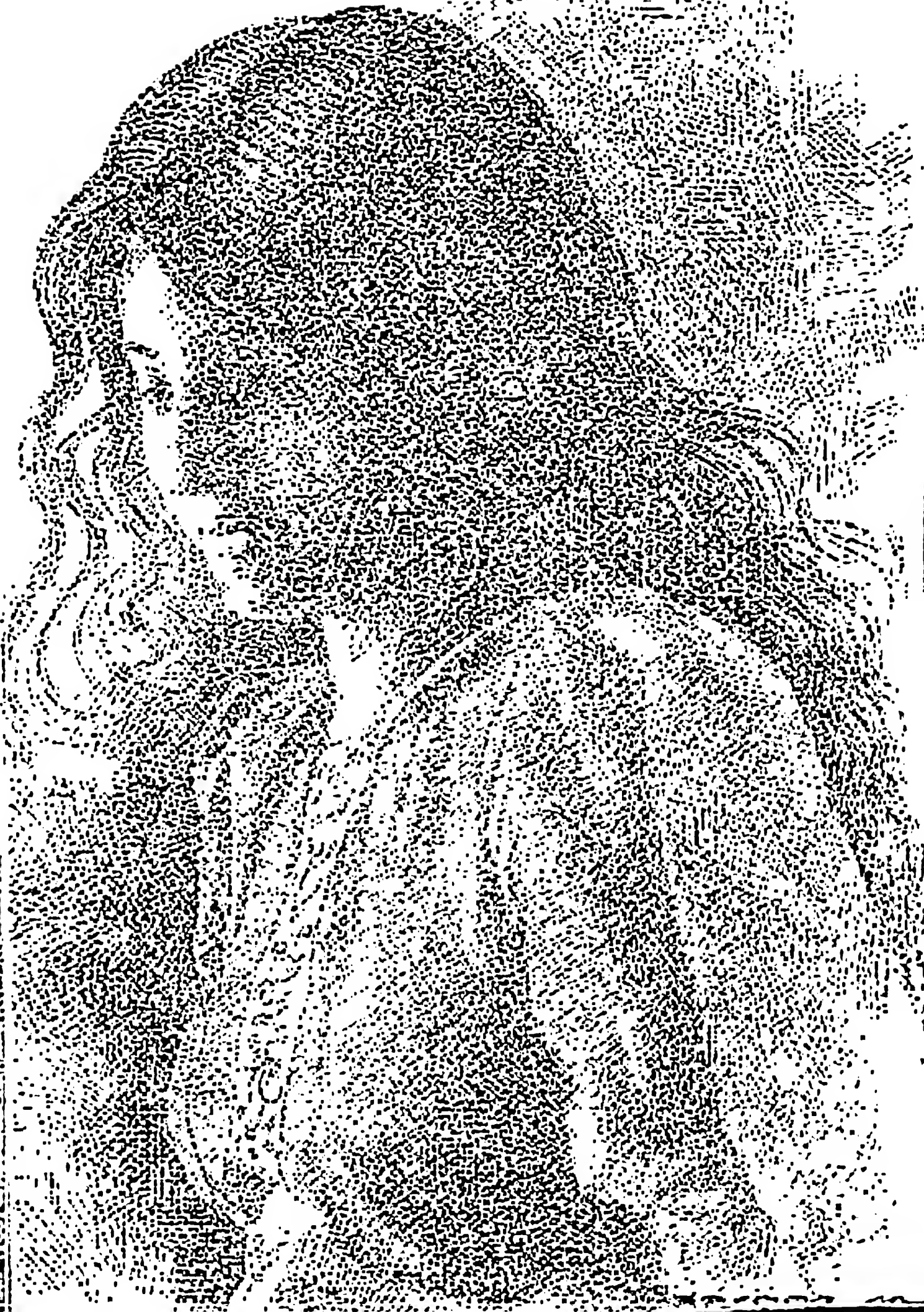
”مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے کیا ہو گا؟“ باتھ میں
تھامے کانڈ پر انٹروڈوٹے ہوئے دو اچھی خاصی شکر کنی
”ارے کچھ نہیں ہو گا“ رولاب نے اس کے
کنڈے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گویا اس کا تھوڑا سا پھانسنے
کی کوشش کی۔

”میری زندگی کا پہلا موقع ہے یہ لڑکھڑا مشاعرہ اور
میں ان سب میں تو آسوز ہوں۔ اتنے بڑے بڑے شاعر
ہوں گے وہاں۔ میں کیسے پڑھوں گی ان کے سانس۔“
”جیسے پہلے پڑھتی رہی، دو پونڈورشی میں کلچر میں۔“
اسی طرح ان سب کے سانس بھی پڑھ دینا۔
”کچھ تو پونڈورشی کی اور بات تھی وہاں یہ سانس

اسٹوڈنٹس اور ٹیچرز ہی ہوتے تھے اور یہی تو پونڈور
ملک کے باقی گرامی شعراء ہوں گے میں تو انہی سے
نروس ہو رہی ہوں۔“ اس نے بے چارگی سے رولاب
اور رولاب کی طرف دیکھا۔

”تم پڑھو تا میرے سانس اور یہ تصور کریں جیسے
مشاعرے میں سب کے سانس پڑھ رہی ہو۔“ کل نے
کانڈ پر لکھی غزل اس کی طرف بڑھائی۔ یہ غزل اس
نے پونڈورشی میں ہونے والے بین الاقوامی مشاعرے
میں پڑھی تھی اور سلا انعام حاصل کیا تھا۔ پھر اس نے
ایک ادبی بابائے میں بھی پڑھی۔ اسے چھینے کی امید تو
نہیں تھی مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی

مکمل ناول



جب ادبی رسائل کے ذریعہ اسے خط ملا۔ پروانے اس کے بعد اپنی کچھ اور تخلیقات بھی ان کو بھیجی۔ جس پر اسے تحریری خطوں موصول ہوئے۔ پھر ان مدیر کے توسط سے اس کا رابطہ دیگر شعراء سے ہوا اور ان ہی کے توسط سے اسے مقامی مشاعرے میں حصہ لینے کا موقع ملا۔

یونیورسٹی میں تو وہ مشہور ہو ہی چکی تھی مگر اب ادبی حلقوں میں بھی اس کی پذیرائی کا تقاضا ہو چکا تھا۔ جس کا ثبوت یہ دعوت نامہ تھا اسے تو سب کچھ خواب لگ رہا تھا جیسے وہ آنکھ کھولے گی تو ٹوٹ جیسے لگ رہا ہے اور کئی اس کی کزن بھی تھیں اور دوست بھی۔ اپنے خوف اور ہیرا پھڑ کا انداز اس نے سب سے پہلے ان دونوں کے سامنے ہی کیا۔ پر کل خالہ میں ہی نہیں لگائی۔

"پیلو پر جواب"

وہ عین اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ پروانے اپنا حوصلہ جمع کیا اور بڑے اطمینان سے غزل پڑھ دی۔ "گزل اس غزل کے ساتھ ایک اور غزل یا نظم بھی پڑھ دو۔" راجہ اس کی خاموشی والی شکل انتہائی کڑی دیکھ رہی تھی۔

"پیرے کون سے پہنوں کی؟" اب اسے کپڑوں کی فکر لاحق ہوئی تو راجہ اور ماہ گل اس کے کپڑوں کی الماری کھول کر کھڑی ہو گئیں۔

بڑی دیر اور بحث کے بعد پروانہ کو فیوڈی لانگ شرٹ کے ہمراہ چنگ پرنٹڈ پانچامہ دوشہ پسند آیا۔ شرٹ پہ بہت خوب صورت گیس گئی تھی ساتھ چوڑی دار پانچامہ اس نے بہت شوق سے بنوایا تھا۔ راجہ نے بہت چال سے چوڑیاں بھی دکھائیں۔

"یہ دونوں سیٹ بھی پہننا تم کھانوں میں۔" فیوڈی اور گلانی پہنک چوڑیاں اس نے پروا کی بیڑ کے ساتھ میلان سے رکھتے ہوئے یاد دلائی کہ وہ کل نے ڈھونڈ کر ہم رنگ اسکرٹ بھی نکالی دی۔ ساتھ تمہاری والی بہت تازک اور اسٹائلس سی ہوئی ہو گی۔

ان دنوں سے بار بار غزلیں اور نظمیں پروانے پر مولی۔ رات گئے سونے سے پہلے تک یہ محنت چلتی رہی۔

اقرباء اور انجمن خاری دیکھ دیکھ کر شہتہ سے پروانے کی ایک ہی توالی دیکھی۔ جس دیکھ دیکھ کر وہ حقیقی معنی میں جیتے تھے۔

انجمن خاری ڈاکٹر تھے جبکہ اقرباء ہوس ڈانف تھیں۔ ان کا راد پروانہ کو بھی ڈاکٹر بنانے کا تھا مگر اس کا رجحان اس طرف نہیں تھا۔

وہ شہر سے ہی بہت اچھی اور اپنے اساتذہ کی مشہور نظر قاب رہی تھی۔ کھیل کامیڈان ہو کہ تقریری مقابلہ یا کوئی میزبانی ایونٹ ہو وہ ہر جگہ نمایاں ہی رہتی تھی۔

اس کے سرے میں تقریری سرٹیکس اور ٹرانزیشن تھی ہولی ہر تے جانے والے کو اس کی دلچسپی اور گامیابی کی کہانیاں سناتی تھی۔ جنہیں سن سن کر اس کا سر جھڑپے بند ہونے لگتا تھا۔

یونیورسٹی میں داخلے کے وقت اس نے اپنی ہر مٹی سے انتہائی شکل و ایشر کو پیلو مضمون چنا۔ ایڈیشن کے بعد حسب عادت اس نے دور و شور سے غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتا شروع کر دیا اور کچھ ہی عرصے میں اس کا شمار یونیورسٹی کے قابل ذکر طلباء میں ہونے لگا۔ غیر نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اس کی توجہ پڑھائی پر بھی برقرار تھی یہی وجہ تھی کہ جب پہلے سمسٹر کا رزلٹ آؤٹ ہوا تو ہمیشہ کی طرح وہ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئی۔

دوئی در شہوار سلوئی اور راجہ ایکٹے بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں فیصل لغاری اور اور پیر بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ فیصل دو دن سے کمرہ ہی تھا۔ اس سے پہلے وہ مسلسل کچھ مہینوں سے بڑی تھا۔ حالیہ کیس کو کامیابی سے حل کرنے

کے بعد ایسی نے پولیس ڈپارٹمنٹ سے کچھ دن کی چھٹی لی تھی تاکہ ذاتی اور جسمانی طور پر پھر سے آزدوم نو کر اپنی پسندیدہ سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔

ان وقت میں دو چیم چلا جاتا تھیں کھیل لیسٹن سرگرمیوں میں بھرپور دلور۔ اس کا ساتھ باہر دیتا جو نہ صرف ان کا ہونوئی بلکہ کزن بھی تھا۔ فیصل اور پیر کے والد بھی ان میں بھائی تھے۔ دونوں کے گھر بھی ایک تھے۔

دونوں نے انجمن خاری اور ایک پھوپھو بھی اور جری مہم تھیں۔ فیصل در شہوار اور حنا میں بہن بھائی تھے۔ پیر کی صرف ایک بہن سلوئی تھی۔ راجہ ان کی پھوپھو کی بیٹی تھی جبکہ وری بڑی خالہ کی صاحبزادی تھی جو انٹر وکالت انجمن کے کمرہ بانی تھی۔

راجہ اور سلوئی کو کل ایک مشاعرے میں جانا تھا۔ دونوں قائد اعظم یونیورسٹی میں آئٹے زیر تعلیم تھیں۔ انہی کے حوالے سے باتیں ہو رہی تھیں۔

"بہاری لائف میں کوئی نیا پن نہیں ہے وہی روز کی روٹیں لگی رہتی ہیں زیادہ سے زیادہ ہیرا جگر ہو گئی کہ ان اور پیر میں سیار ایک ہی روٹ لائف ہے۔ راجہ نے بڑے وقار انداز میں ان سب کو دیکھا تھا۔

انہیں تم تحیک کہتی ہو پہلے کبھی کبھار ہم لوگ میوزک کمرس میں بھی چنے جاتے تھے اور اب جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کمرہ انجمن اتنی اہمیت نہ ہو۔"

پیر شہوار نے ان کی بہن میں ہاں دلائی تو سلوئی کی آنکھیں نمک بھری تھیں۔

"کیوں نہ آپ جی کل مشاعرے میں ہمارے ساتھ چلیں۔ کیوں باہر بھائی کیا خیال ہے؟" اس نے بہاری کو بھی ساتھ کھیٹ لیا۔ وہ فیصل سے باتوں میں مصروف تھا پیر تک کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"بہاری آپ بھی چلیں نا ہمارے ساتھ۔" سلوئی نے ان کا کندھا تھپکا۔

"آپ کو پتہ ہے کل مشاعرے میں بھاری یونیورسٹی کی پروانہ کل بھی حصہ لے گی اس لیے تو ہم بھی جا رہے ہیں۔" سلوئی نے اکرشاکہ فیصل کو مشاعرے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ان سب کی وجہ سے باہل خواست جانے کے لیے راضی ہو گیا۔

تراب لغاری وئی انجمن خاری کے خد سے سکدوش ہوئے تھے۔ ان کا سرو میں رکاؤڈ بے دلی رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مشورے سے ہی فیصل کا آئینہ مل تھے اسی وجہ سے ہی انجمن خاری کرنے کے بعد اس نے پولیس ڈپارٹمنٹ جوائن کیا تھا جبکہ پیر نے اپنے والد راجہ لغاری کی طرح پولیس میں ان کا ہاتھ پٹانے کو ترجیح دی تھی۔

اس پورے خاندان کی محبت آپس میں مثالی تھی۔ جس نے سب کو ایک دوسرے میں باہر جابوا تھا۔ وہ ہستی مغفورا یکم کی تھی۔ ان کی محبت کرنے والی مشفق وادہ جو ان سب سے یکساں محبت کرتی تھیں۔ وہ سب ان سے بہت قریب تھے۔ وہ سب کی خوشی و کھ سکھ میں شریک رہا کرتے تھے جس کی وجہ سے یہ ہر کوئی انجمن خاری تھا۔ فیصل لغاری ان کا سب سے لڑکا تھا۔ پیر تو وہ مہین اور پیر سے بھی گرتی تھیں مگر فیصل سے انہیں کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔

در شہوار اور پیر کی شادی کے بعد سب کی نظریں فیصل کی طرف مرکوز تھیں۔ خود مغفورا یکم چاہتی تھیں کہ اس کی شادی ان کی زندگی میں ہی ہو جائے۔ اس کے لیے چکے چکے لوگوں کی دیکھی جا رہی تھیں۔

بڑی پھوپھو کا بیٹی تھا کہ فیصل کی دیہن راجہ نے بے ادھر خانہ کا بھی کچھ ایسا ہی ارکھ تھا مگر فیصل نے سال ساف کہہ دیا تھا کہ مجھے خاندان کی سب لڑکیوں بہنوں کی طرح تنگتی ہے۔ اس بات پر بڑی پھوپھو اندر ہی اندر خفا تھیں کہ فیصل نے اتنا بہانہ تراشا ہے۔ پھر بھی اندر ہی اندر انہوں نے اپنی کوششیں جاری رکھی ہوئی تھیں۔

اتنے نامی کو ای شاعر سے ملے اور قریب سے دیکھتے
کا پرانا مویہ تھا۔ ایک وقت وہ خوش بھی تھی اور
نہروں بھی۔
مشاعرہ شروع ہو چکا تھا۔ گاہے بگاہے اپنی کا اس
فیروزہ نظر والی کراس کی ہمت بڑھ جاتی۔ رہتا یہ اور
اہل دل و تشوہ تھے۔ ہوا کی ہمت بڑھ رہی تھی۔
فیصل نے ایک دامن بچا ہوا لہجہ میں تپ لوگوں کو
ڈراپ کر کے کاشت کی طرف چلا جاؤں گا مگر بارہنے
ایک نہ پتلے دی۔ سلوی اور راجیہ کی خوشی دیکھ کر
ان کے ساتھ وری بھی شوق میں چلی آئی تھی کہ میں
نے کبھی کسی شاعر کو قریب سے نہیں دیکھا۔
وہ اگلی صفوں میں تھے۔ اسٹیج کے سین سامنے اس
وقت ایک نوآموز شاعر اپنے کلام سنا رہا تھا۔
حاضرین محفل میں ہر طبقہ فکر کے لوگ شامل تھے۔

اس لیے محفل میں بڑی رونگڑ لگی سی تھی۔
"اب اپنا کام پیش کرنے کے لیے پروا اور نگل
تشریف لاتی ہیں۔" صدر مشاعرہ اس کا نام پکار رہے
تھے۔
"اہل اور رہا۔" نے آنکھوں آنکھوں میں ان کا
حوصلہ دیکھا۔
صرف ایک نئے کی بات تھی۔ شرکاء یہ نظر
ڈراتے ہی پروا کا اعتراف بھٹ ہو گیا۔ اس نے نازک
باتیں سے ایک کام اپنی طرف موڑا۔
"بے دہری یونین کی پروا اور نگل! دیکھیں
کتنی باری ہے۔" سلوی فیصل کی سیٹ سے تیرے
نہروں بھی تھی۔
اس نے اپنا کلام شروع کیا تو وری کی آنکھوں میں
پسندیدگی اترنے لگی۔

گزری ہوئی رات سے ڈر لگتا ہے
نہ چھیر کہ بھر کی بات سے ڈر لگتا ہے
نہ جانے بل کیا کریشٹ میرے ساتھ
کیا کوئی اپنی ذات سے ڈر لگتا ہے
یہ اوزنگل اپنی مخصوص دلکش آواز میں کلام پیش

کر رہی تھی۔ بارہ شہوار اور راجیہ کے ساتھ اب
فیصل بھی متوجہ تھا۔
اس کی آواز کا دلکش زیرہم پوری طرح حاضرین
محفل کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔
فیصل کی نگاہ اس پر تہی گئی تھی۔ ایک پر غور سی
تمکنت اور مضمون پر سرگئی اس حسینہ کے سراپے
سے ہٹا کر محسوس ہو رہی تھی۔
اسید اپنی ایک نظم "سار سائیاں" سنارہی تھی۔
فیصل بھی اوروں کی طرح اس کی دلکش آواز میں ہم
ساتھا۔ وہ اپنا کلام سنا کر جا چکی تھی۔ بارہ نے فیصل کی
دلچسپی محسوس کر لی تھی۔
"کیا بات ہے؟" اس نے فیصل کی طرف دیکھتے ہوئے
چھیرا تو اس نے بھی سر ہار دیا۔
آنکھوں میں چمک لیے لہجے میں دلکش کھنک
سوئے وہ ہمت سے شاعر کو اپنی طرف متوجہ کر چکی
تھی۔

مشاعرہ کا اختتام ہوتے ہی راجیہ اور سلوی پروا کی
طرف بڑھ گئیں۔ آخر کو ان ہی کے پیار ٹھٹھکی تھی۔
سلوی نے در شہوار بھی اور وری کو بھی گھسیٹ لیا
اور سیدھی پروا کے پاس جا کر لی۔ وہ ہمت خوش تھی
ساتھی اسٹوڈنٹ کو اپنے درمیان پا کر سلوی نے بھی
دل کھول کر اس کی تعریف کی ساتھ در شہوار اور وری کا
تعارف بھی کر دیا۔

"پروا! میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"
راجیہ نے لٹکے ہاتھوں اپنی خواہش بیان کر دی۔
"تھیکوں نہیں میں آپ کی دوستی تو دوں۔" پروا
ہولے سے مسکلی۔ اور فیصل اور راجیہ میں ہنسی
رہے تھے جو اچانک ہی ان کے پاس سے اٹھ کر جانے
کھل چکی تھی۔
"بارہ! وہاں نہیں کھڑ بھی چلتا ہے۔ تو تو بچ ہی گئے
ہیں۔" اسے اب غصہ آ رہا تھا۔
"ہو جاتے ہیں ورنہ ان کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔"
بارہ نے قدم آگے بڑھائے تو پچاس سے بھی اٹھ

کر رہی تھی۔ رات اور جی کرار نے کارا راہ
تو نہیں۔ پروا کی پشت اس کی طرف تھی وہ اسے نہیں
دیکھ پاتا۔ لیکن اس کا خطبہ چاروں ہی سمجھیں۔
"وہ فیصل بھائی ہیں۔ پروا! یہ میرے کزن اور
در شہوار بھائی کے بھائی ہیں فیصل لغاری۔ اسٹوڈنٹ
نہروں کا ٹھٹھ میں ہیں۔" سلوی نے اس کا
تعارف کرتے کر لیا تو پروا نے سر نہ کرنا چستی سی نگاہ
اس پر ڈالی تو فیصل نے بغور اسے دیکھا یہ تو وہی شاعر
تھی جس کے ایک ایک شعر خوب یاد رہی تھی۔
جنازب نقوش اور یادانی چمک دار آنکھوں سے سجا
ہوا سر پہ تنگ لٹکارف اوڑھے یہ لڑکی خاصی حد تک
بے نیاز لگ رہی تھی انداز میں واضح تمکنت نمایاں
تھی۔

"یار! یہ تو بچ کی شاعر بلکہ کسی شاعری جیتی جاگتی
غزل نگ رہی ہے۔" بارہ نے دوبارہ اس کی نگاہوں کے
ازخار کو محسوس کر لیا تھا۔ فیصل نے سر تہہ کیا۔
"وہ تو ان لڑکیوں سے قدرت ہٹ کر کھڑے تھے۔
"میں اس میں پیہ کھڑا تھا کہ اس کے سامنے پروا کا پورا
سر لٹکایا تھا۔ اس نے اپنے آپ میں بے چینی سی
محسوس کی پچھ ویر بعد در شہوار سمیت ان تینوں نے
بھی پروا سے اجازت چاہی۔
سلوی ہمت چمک رہی تھی۔

"یہ جو تمہارے پیار ٹھٹھ کی شاعر ہے؟ ایک بیان
اس کا ہمت دم ہو گا۔" وری نے گاڑی میں بیٹھے ہی
چین کوئی کی۔
"نام تو اس کا ابھی بھی خاصا مشہور ہے۔" ترن کے
مشاعرے میں دیکھا نہیں تھے بڑے بڑے شاعروں
کے ساتھ ساتھ پروا جیسی اہل میدان میں نووارد شاعرہ
کو بھی دعوت دی تھی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ
اہل محفل میں اس کا تعارف ہونے لگا ہے۔" فیصل
خاموشی سے ان کے تھمرے سنارہا۔

راجیہ اور سلوی اب پروا کے گروپ میں شامل ہو
چکی تھیں۔ وہ اسے مہمائی سے ملوانے لگی تھی۔
لالہ زار میں انہیں قاری کاؤٹس پرنٹ چھوٹا سا گھر
خوب صورتی اور ساری سے سجا ہوا تھا۔ اس میں راجیہ
اور سلوی جیسے شاندار اور ویسے دیکھ بھل کر دانی بات
نہیں تھی۔ سر پروا کی کسی بھی حرکت یا بات سے اس کا
الٹنا نہیں ہو رہا تھا کہ ان کے مقابلے میں وہ خود کو کمتر
تصور کرتی تھی۔ راجیہ اور سلوی نے وہیں بیٹھے بیٹھے
اقراء اور پروا کو بڑے خلوص سے اپنے ہی آنے کی
دعوت دی۔ خاص طور پر راجیہ چاہتی تھی کہ پروا
جلد از جلد ان کے گھر آئے۔

والٹر اٹم خود اسے راجیہ کے گھر ڈراپ کر کے
آئے۔
"پہلی بار آئی تھی اس لیے اس نے مشہور دیکھ کر
سے بخوبی خاص ایک لیا تھا ساتھ خوب صورت گل پتہ

ادارہ خواہن ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خواہصورت ناویں

500/-	نشانہ ہمدردی	نہروں کا بھی
200/-	رشتہ دار ہمدردی	خوشی کا کوئی ٹھٹھ
400/-	نہروں کا بھی	خوشی کا بھی
200/-	نہروں کا بھی	خوشی کا بھی
450/-	آپ مرزا	دل ایک خوشی
500/-	نہروں کا بھی	خوشی کا بھی

2011-2012

تھلہ موم کی مناسبت سے پروانے لائن کا نہایت دیدہ زیب سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔ راجیہ نے خاطر تواضع کے نام پر بہت کچھ تیار کر دیا تھا تاکہ پروانے اس کا چہرہ اثر بہت اچھا پڑے۔ پروانہ اس نے سارا گھر دکھایا۔ اس نے دل کھول کر احرف کی طرح اس تعریف میں مروجیت کا شائبہ تک نہ تھا۔ راجیہ نکال بچہ سا گیا۔ اس نے پروانہ کو بلایا ہی اس لیے تھا کہ وہ اس کا گھر اور رشتہ سمن دیکھ کر متاثر ہو نہ چلے کیوں اسے پروانہ کی پذیرائی سے عجیب سا حسد ہونے لگا تھا۔ اس نے دھنسی میں پھل بھی اپنی دھاک بٹھانے کے لیے کی تھی۔ ہر چند کہ لڑکیوں میں کی حیثیت سے متاثر نہیں مگر پروانہ سے گروپ میں متاثر تھی۔ ساتھ راجیہ کو اپنی کم صورتی کا اچھی طرح احساس تھا وہ معلوم سے احساس کمتری کا شکار ہو رہی تھی جب سے پروانہ ان کے گروپ میں شامل ہوئی تھی تب سے اپنی شکل و صورت کے بارے میں زیادہ ہی سوچنے لگی تھی۔

راجیہ کے بانی دو گھنٹے گزار کر وہ اپنی کی تیاری کر رہی تھی جب راجیہ اسے سلوئی کی طرف لے آئی کہ کچھ پارہ بھی تو گھر تھا ایک ہی سکیم میں پروانے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

راجیہ نے پروانہ کی آمد کا بھلا نہیں تھا۔ اس کی اپنا تک آمد سے سلوئی بہت خوش ہوئی۔ وہ شہوار بھی وہیں ہون کے پاس بیٹھ گئی۔ دنیا جہن کی باتیں ہو رہی تھیں۔ شام کو باہر بھی آؤں۔ سے لوٹ آیا۔ پروانہ اس کا خوب مزاحمت تحارف مشاعرے میں دوچکا تھا۔ وہ اسے بہت اپنائیت سے ملا۔ جواباً پروانے بھی بڑے سلیقے سے چلی احوال پوچھا۔

سارا ایک گھر جو سلوئی اور باہر کی والدہ تھیں۔ وہ بھی پروانہ سے مل کر بہت خوش ہو گئی۔ سلوئی کی تقریباً ساری سہیلیاں ان کے گھر آئی جاتی تھیں اور ساری دوستوں میں انہیں پروانہ بہت مہذب باشعور اور سادھی ہوتی تھی۔ پروانہ چلی ملاقات میں ہی انہوں نے اس کا اظہار کر دیا اور آتے چلتے رہنے کی تاکید بھی کی۔ کافی ٹائم ہو گیا تھا۔ ہم صاحب ابھی تک اسے اپنے

نہیں آئے تھے۔ اس نے فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ اس وقت اپنے کینک میں تھے اور مریضوں میں مصروف تھے۔

"تو بس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔" راجیہ نے حیرت سے بخنوس اپنا کاتے ہوئے کہا۔

"اصل میں ماما کیلی ہوتی ہیں تاہو پریشان ہو جاتی ہیں۔" اس نے بیان کیا۔

"ڈرائیور تمہیں چھوڑ آئے گا ڈونٹ وری۔" سلوئی نے تسلی دی مگر اس نے انکار کر دیا۔ "چلو میں اور باہر چلتے ہیں۔ تمہیں ڈراپ کر آتے ہیں۔" وہ شہوار نے اچانک ہی جیسے اس کی پریشانی کی وجہ سمجھ لی تھی۔ باہر جو کسی کاڑھی اشارت کر کے گیٹ تک لایا اس وقت فیصل وہاں آ رہا۔ وہ ابھی واپس کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ باہر سے کچھ پوچھتا وہ شہوار سلوئی کی ہمرای میں پروانہ کی چلتی باہر کے پاس آ کر کی۔ فیصل نے خود ہی آداب میزبانی نبھاتے ہوئے سلام کیا۔

"انہیں ڈراپ کرنے جا رہے ہیں لالہ زار۔" واپسی تک شب ہو گئی جب تک تم فریض ہو جانا۔" فیصل کی سونہلہ آنکھوں سے جواب میں باہر نے مختصر اچھا کیا۔

واپسی پہ بھی ان تینوں کے درمیان پروانہ کی ذات ہی موضوع بحث رہی۔ باہر سیدھا آیا کی طرف آ گیا۔ فیصل اور پروانہ ملے ملے بیگم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ باہر بھی ادھر ہی تک گیا۔

"کہاں گئے تھے تم ڈاڈو۔" نے اس کے بیٹھے ہی پوچھا۔

"سلوئی کی نئی دوست ہے پروانہ است اچھی لڑکی ہے۔" فیصل لغاری نے بڑی حیرت سے باہر کی طرف دیکھا۔ وہ کم ہی کسی لڑکی کی احرف کرتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فیصل اسے ساتھ لے کر گھر سے باہر آ لیا۔ انہوں نے اوچر اوچر کی باتیں کر رہے تھے جب فیصل نے اچانک پوچھا۔

"سلوئی کی یہ دوست کہاں رہتی ہے۔ میرا مطلب ہے تم لوگ کہیں گئے تھے؟"

"لالہ زار میں اس کے گھر چھوڑ کر آئے تھے اور تم

کہوں پوچھ رہے ہو؟" باہر نے محکوک نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"یہ ہے۔"

"ایسے ہی تو پہلے تم نے بھی اس کی فریض کے بارے میں نہیں پوچھا تھا کہ بارے میں بھی نہیں جس نے تمہیں خود فریض کی آفر کی تھی۔" باہر نے اسے راجیہ اور سلوئی کی مشترکہ دوست کا نام لیا جو اس میں انٹر فریض ہو گئی تھی۔

"غلطی ہو گئی ہے جو پوچھ لیا۔" وہ بری طرح چڑ گیا۔

"میں اس لیے کہہ رہا تھا کہ کہیں کوئی اور چکر تو نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کہیں تم دوستی تو نہیں کرنا چاہتے۔" باہر نے ڈرتے ڈرتے کہا اور ساتھ ہی اس کے تاثرات جانچے۔ دونوں بچوں سے اکٹھے پہلے بڑھے تھے۔ باہر اس کی ایک ایک بات سے واقف تھا۔ فیصل نے غصے سے اسے دیکھا تو باہر کو اس کے غصے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔

"یار راجیہ اور سلوئی اس کی بہت تعریفیں کرتی ہیں اور دونوں متاثر ہیں اور تو اور آج تمہانے بھی کہا کہ آندہ آئی جاتی رہتے۔ سلوئی کی ساری فریض دوستی سے پروانہ لڑکی سے جو جگہ ان میں پسند آتی ہے۔

میں نے گھر بھی دیکھ لیا ہے۔ چھوٹا اور خوب صورت سا گھر ہے۔ پروانہ کی طرح یادگار اور ایک بات جو میں نے محسوس کی ہے کہ پروانہ اپنی اماں اور خوداری کا خیال رکھنے والی ہے۔ فیصل چپ سا ہو گیا۔ تھوڑی دیر اوچر اوچر کی باتوں کے بعد وہ گھر لوٹ آئے۔

پروانہ اپنی یونیورسٹی کی نمائندگی کرنے مشاعرے کے لیے لاہور گئی ہوئی تھی اس بار بھی اپنی یونیورسٹی کے لیے پہلا انعام اسی نے جیتا تو گروپ میں شامل سب فریض نے ٹریٹ کا مطالبہ کیا۔ پروانہ نے سب کو گھر پہ انوائسٹ کر دیا۔ کھانے کے بعد انہوں نے پروانہ سے تازہ کلام سنانے کی فراہم کی تو تلفظ دہرایا ہو گیا۔

اوچر پروانہ کی خامیاں یوں کا مسلسل شروع ہو چکا تھا۔ اپنی رسالوں میں نوکرت کے ساتھ اس کا کام چھپ رہا تھا۔ بہت خوش تھی۔

آئی آر کے دو سرے سسٹر کے استقامت کے فوراً بعد ہی اس کا پہلا مجموعہ کا نام بھی چھپ کر آ گیا جس کا عنوان تھا "خوابوں سے بچ کر لڑنا" اس کا پیش لفظ ایک معروف شاعر نے لکھا تھا اور لکھا دیا میں اسے ہمارا کا تازہ بیوٹا قرار دیا جا رہا تھا۔ کیونکہ اس کے شاعری میں بھی خالصتاً "نسیت اور لڑکیوں کے احساسات کو موضوع بنایا گیا تھا" سو اس کے مجموعہ کا نام کو ہاتھوں ہاتھ لیا جا رہا تھا۔

اس نے اپنے آؤ گراف کے ساتھ سلوئی اور راجیہ کو بھی ایک ایک کتاب دی۔

سلوئی سے وہ بہت قریب آئی تھی۔ اس میں سارا عمل دخل سلوئی کے غلوں کا تھا۔ ویسے بھی وہ سارے مزاج لڑکی تھی۔ اس کا مختصر کینڈا سے آیا ہوا تھا اور اسی ہوا اس کی شادی بھی ہو جاتی تھی۔ پروانہ است او اس بھی کہیو تاکہ شادی کے بعد سلوئی کو کینڈا چلے رہا تھا۔ اس نے یونیورسٹی سے چھٹی لے لی تھی اور سارا نام شاپنگ میں صرف کر رہی تھی۔ تیسرے چوتھے دن پروانہ بھی عزم نکل کر اس کی طرف آ جاتی۔ ڈاکٹر انجم نے اسے ایک گاڑی بھی لے دی تھی اور انجم اس نے بہت جلد ان ہی سے سیکھ لی تھی۔ اسے اب آنے جانے کی سہولت ہو گئی تھی۔

پروانہ سلوئی کی ساری نیلی اچھی طرح جان گئی تھی۔ سارا تو اسے بہت یاد کرنے لگی تھی۔ وہ شہوار بھی اسے پسند کرتی تھی مگر اس دوران نا محسوس انداز میں راجیہ اس سے دور ہو گئی تھی۔ کم سے کم پروانہ نے یہی محسوس کیا تھا۔

سلوئی کی شادی کے لیے فیصل نے بطور خاص چھٹی لے لی تھی۔

وہ شہوار سلوئی کی مندی سے ایک دن پہلے جا کر

برو کو لے آئی۔ سب رشتہ دار جو دوسرے شہروں میں مقیم تھے وہ بھی پہنچ چکے تھے۔ کچھ مسلمانوں کو تراب لٹاری کی طرف منسرا گیا تھا۔

مندہی والے دن سب لڑکیاں اپنی کی طرف تیار ہو رہی تھیں۔ پچھلے ہی رات ہی دہائی کی ہر کوئی جلدی میں تھا۔ برو کو دیکھتے ہی سب نے راتھا۔ اس نے آتے ساتھ ہی کپڑوں کا بیگ و برشوار بٹھا بھی کے حوالے کیا تھا۔ وہ بھی تیار ہوئے اپنے گھر بھی ہوئی تھیں بروا رو بائسی سی ہو گئی کیونکہ سب لڑکیوں کی تیاری فائنل مراحل میں تھی ایک وہی تھی جو نما کر رہی تھیں کھولے ایسے ہی گھوم رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے سلوی کا سارا کمراد کھنا پھر پاتھ روم تک چیک کیا وہ پتہ میں ہوتا تو ہٹ۔ بروا دیکھتا سلوی سے پوچھنے کا خیال آیا تو اس نے کہا کہ تمہارے کپڑوں کا بیگ بٹھا بھی نے لایا ابو کی طرف رکھ دیا ہے بلکہ اور کونز کی بھی سب چیزیں اوپر ہیں ہیں۔ اسے خود یہ نصیحت کیا۔ اگر خود ہتھوڑے کے بجائے وہ سلوی سے پوچھ لیتی تو اتنا کام تو صرف نہ ہوتا تو اب تک تیار نہ ہو چکی ہوتی۔

پروا چاہا بٹھا بھی تھی اور خیر ہیں تم بھی جا کر اوجھ رہی تیار ہو رہی ہو اور تو بہت چیزیں کھری ہوئی ہے۔ "وہ اسے ہنوا رہی جگ کھرا دیکھ کر بولی۔

"میں نہیں کے ساتھ جاؤں تمہارے تیار کے کھر میں پہنے کچھ نہیں تھی۔" اس کی بے چارگی دیکھتی تھی۔

"یہ ساتھ ہی تو کھر ہے بٹھا بھی بھی اوپر ہیں میری کونز بھی۔ سب باندھے ہیں تمہیں ہائی ڈیرا "وہ پیار سے اس کی غور کی چھو کر بولی۔

"پلو میں جالی ہوں۔" اس نے سر پہ اسکا روف اٹھی طرح اوڑھ کر وہ پتہ شانوں پہ پھیلا دیا۔

کچھ چھپاتے ہوئے وہ "تراب منہل" کے گیت سے اندر داخل ہوئی۔ سب سے پہلے سامنا پر بروا شوار بٹھا بھی سے ہوا۔

جس کا فٹنٹ پہنوا تھا سب بھی تیار ہو رہی ہیں۔ میں ابھی تمہیں خود کھانے والی تھی۔" وہ تیز تیز بولی بہت مصروف نظر آ رہی تھیں۔

وہ شوار کمرے کی طرف اشارہ کر کے خود جانے کہا۔ ختب ہو گی۔ اوپر بھی ابھی بائسی پچھلے ہی ہوئی تھی۔ راجیہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی اسے کچھ سوچتے ہوئے اس نے بروا شوار بٹھا بھی کے بتاتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اوپر کوئی بھی نہیں تھا اس نے اندر آکر اپنے کپڑے دیکھے۔ کھر کپڑے تو درکنار اسے کپڑوں کی مختلف تنگ نظر نہیں آئی وہ باہر نکلے ہی گئی تھی کہ کوئی تیزی سے اندر آیا۔

فیصل بھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ اس طرح اس کے بند رو میں ہو گئی۔

"اصل میں بروا شوار بٹھا بھی نے کہا تھا کہ میرے کپڑے اس کمرے میں ہیں میں ان ہی کے نیچے آئی تھی کیونکہ میرا بیگ بٹھا بھی نے اوپر رکھ دیا تھا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ آپ کا کمرہ ہے اور میرے کپڑے کہیں اور ہیں۔" زندگی میں پہلی بار اس کا منہ لڑکھایا تھا اور اس نے بھی پہلی بار کھ ہوا تھا وہ بروا شوار بٹھا بھی کی تھی۔

"اسلام شکم! کہیں ہیں آپ؟" فیصل نے گویا پوچھنا ہی نہیں۔ اس کی لگاؤوں میں دلچسپی کی اتنی گہری چٹک تھی کہ بروا کو صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ بٹھا بھی سے پوچھوں اپنے کپڑوں کا۔" وہ سائیڈ سے ہو کر باہر نکلی۔ وہ بیڑھیان اوپر رہی تھی جب راجیہ پہ نظر پڑے ہی اسے کچھ اطمینان کا احساس ہوا۔

"میرے کپڑے کہاں ہیں راجیہ! کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔"

"وہ تو اوپر بڑے ہیں اور تم ابھی تک تیار نہیں ہو گئیں۔" اس نے سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی سوال بھی کر دیا۔ "مجھے پتا نہیں تھا کہ میرا بیگ بٹھا بھی نے یہاں رکھ دیا ہے۔ سلوی نے ابھی بتایا مجھے۔" اس کا اظہار غلی ہو چکا تھا۔

"ہاں جلدی کر۔ ہم لوگ مندی سجا رہے ہیں۔"

وہ تیزی سے کوریڈور میں خائب ہو گئی۔

برو اپنے سکون سے کپڑے پہنے۔ لمبے بالوں کی چوٹی پہلی اور آخر میں موقع کے کھرے دونوں کائیوں میں پہنے۔ مندی کے فنکشن کی مناجت سے اس نے بہت خوب صورت کادر سوٹ پہنا تھا اور پکا پکا میک اپ بھی کیا تھا۔ اس کے نقش ہونے لگے تھے کہ ہاں تم عزائمے جانے کے قابل ہو۔ آئینے کی گواہی پہ وہ مسرور ہو گئی۔

بالوں کی صفائی چوٹی آگے سائیڈ سے ڈالے وہ اپنے اسٹائل سے سر پہ جھانے وہ تیار ہو کر سلوی کے پاس پہنچی۔

"بہت پاری لگ رہی ہو۔" سلوی نے اسے پاس دیکھا۔

"تم رسم کے دوران میرے ساتھ ہی رہنا تاکہ سب کو پتہ چلے کہ بروا اوپر کونز میں لا دست ہے۔" سلوی کی حد درجہ محبت پہ وہ مسکرا دی۔

"میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گی، اس کی تکرار کرتی رہی اور غایان دیکھتے نہیں آتیں تم کو پتہ ہے کہ میں اس طرح کے کاموں سے دور رہی ہوں۔" وہ خوت سے ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔

"ہاں تم سب سے مندرجہ ہو اننگ تھنک۔" سلوی کی تعریف اس کا سر کچھ اور بھی اونچا ہو گیا۔

سلوی کی سرسٹ سے مندی آئی تو پہلے کانوں کا مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد مندی کی رسم کا آغاز ہوا۔

پھولوں سے سجے اسٹیج پہ سلوی بروا اور دیگر دوستوں کے جھرمٹ میں آئی۔ بروا سلوی کے دائیں طرف تھی۔ اسی طرف کچھ ہی فاصلے پہ فیصل لٹاری باہر کے ساتھ کھڑا تھا۔ ساری روشتیاں جیسے اسٹیج پہ مرتکز تھیں ان سب کے ہمارے وہ اسے سب سے قابل توجہ تھی۔

ان سب لڑکیوں اور عورتوں کے درمیان واحد لڑکی تھی جس نے وہ پہلے سر پہ اوڑھا ہوا تھا اور اس

اسٹائل سے اوڑھا تھا کہ وہ اپنے کا حسن کوئی گنا بڑھا دیا تھا۔ فیصل کی نگاہ ایک بار پھر ہٹ چکی تھی۔

برو کو بھی کسی کی نگاہوں کے ارتکاز کا احساس ہو چکا تھا مگر اس نے جانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون ہے۔ لیکن باہر سے اس کی یہ بے باکی آج پوشیدہ نہیں رہ پائی تھی۔

"فیصل! کیا بات ہے ہسٹریب: وہ!" باہر نے انہیں اپنے کام مٹا کر مگر اسے سنبھال کر کہہ دیا کہ ایک بار پہلے وہ اس کا چارخانہ روڈ دیکھ چکا تھا۔

"ہاں نہیں تو۔" آج پہلی بار اس کا لہجہ اچھا سے تھا۔

"ہو کیا ہے آخر؟" اس شور میں خاصی اونچی آواز میں وہ اس کے کان کے پاس منہ لاکر بولی۔

"کچھ کچھ کیا ہے یار!" بے اعتداری میں اس کے لبوں سے یہ جملہ نچسلا۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر تیرہ گمان سے بھلی چکا تھا۔

"وہ کمال ہے فیصل لٹاری! تفسیر تین اسٹیل ڈویژن کا بھی کچھ کچھ ہو سکتا ہے۔" باہر کا لہجہ اتنے معنی خیز تھا کہ اس نے ان کا دل پیرا لیا۔

"یہ دو شہر لوگ ہوتے ہیں نا بہت خاصا ہوتے ہیں اور یہ جو بروا اوڑھ رہی ہے اس میں اٹل لکائی جاتی ہے۔ تم پولیس آفیسر اور شو شاعر، تم آہن دو جینیم، زہیم و نازک احساسات سے گندھی لڑکی۔ دیکھنا نہیں آجیوں کو نہیں نہ لگ جائے۔ وحیائیں رکھنا۔ تم نے اب تک جتنی لڑکیاں سے دوستی کی ہے بروا ان سے مختلف ہی ہے۔ کچھ دن پہلے ہمارے ہی آئی تو سلوی اور وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں۔ بروا نے سلوی سے کہا کہ "میں مضبوط رشتوں پہ یقین رکھتی ہوں۔ ان کے علاوہ میں بورت مری کی دوستی پہ یقین نہیں رکھتی۔" شاید لڑکے لڑکوں کی فریڈ شپ باتیں ہو رہی تھیں۔ میری موجودگی ان دونوں کو اپنی محسوس نہیں ہوئی۔ میں چپکے سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس دن سے بروا میرے لیے قتل گاہ بن گئی۔ ہاں لکھ سلوی کی طرح۔ میں ملی سے اس کی عزت کرنا ہوں کہ کتنی مضبوط

موتی ہے اس کی اور تمہاری فریڈ شپ جن کے ساتھ
 ہے میں ان کے بارے میں بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔
 مجھے بتا ہے تم مشکل پسند ہو۔ تم نے وہ کیسز بھی
 دی ہیں جن کے حل ہونے کی امید نہیں
 تھی۔ تم نے مشکل کیسز میں ہاتھ ڈالا ہے اور
 کامیاب رہے۔ تمہارے پاس ٹھنٹ کہ اگر تم یہ حرکت
 نہ کرنا چاہو تو یہ بات یہ نہیں ہے۔ تم
 سمجھتے ہو گے۔

باہر سے سوچنا چھوڑ کر سلوی کے پاس اسٹیج پہنچا
 آیا۔
 چند ہی لمحوں میں فیصل بھی اس کے پیچھے تھا۔
 "تم بہت بھاری لگ رہی ہو۔ اپنی گفتگواتروا لیتا۔
 ادھر کچھ نوکروں کی نظر ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے
 پوچھا بے ضرر انداز میں پروا کی تحریک کی اور ساتھ ہی
 فیصل پر چوٹ بھی کر گیا۔ وہ اس کی ٹھنٹ پہ چنڈا دینے
 کے لیے سرخ سی ہوئی۔

فیصل آگے پیچھے آیا۔ ہندی کی طشتری سے ہندی
 انہما کر سلوی کی پتیلی پر رکھی پھر اسے مٹائی کھلائی۔
 اس کے واپس جانے پر کہا۔ "باہر سے سائیڈ پر پہنچے ہی
 پروا چینی تھی۔ فوڈ سیشن ہو رہا تھا اساتذہ مولوی بن
 رہی تھی۔

باہر کی ساری باتوں کو وہ سن سے جھٹکتے ہوئے اس
 نے پروا کا خوب اچھی طرح چل بھر میں جائزہ لے ڈالا۔
 "آرام سے جٹا۔" باہر نے بھی اس کے پاس جگہ
 سنبھال لیا اور اس کی کھلے نام انھوں کی چوری پکڑ لی۔
 "یہ تمہاری کسٹلی میں آیا ہوا کوئی مجرم نہیں
 ہے جو اسے کھور رہا ہو۔"

"تو کیا کروں تم ہی بتاؤ۔" فیصل نے پل بھر میں
 اپنے سب اختیار بھینک دیے۔
 "تم جس طرح اسے دیکھ رہے ہو وہ بہت سے
 لوگوں کو بچاؤ دینے کے لیے اس کی ہے۔ کچھ اپنی عزت کا
 ہی خیال کر لو۔ میں تمہیں اتنے بے اختیار نہیں سمجھتا تم
 نے پہلے تو کبھی ایسا نہ کیا۔" باہر کی آواز اتنی آہستہ تھی
 کہ صرف فیصل ہی سن رہا تھا۔

"پہلے کبھی ایسا ہوا بھی تو نہیں۔" اس کا لہجہ اور
 انداز پتہ لگ رہا تھا۔ اس کے بعد فیصل وہی
 رکنا نہیں سہارا ایک جھٹ سے مت کچھ سمجھ گیا تھا۔

رات قطرہ قطرہ بھینک رہی تھی۔ ہندی کی رسم ختم
 ہو چکی تھی۔ لوگ باہر جاگ رہے تھے۔ حنا
 باہر فیصل کے ساتھ ان کے کچھ اور گزرتے بھی گئے
 آہن تلے چھپی چاندنیوں پر بیٹھتے تھے۔ ادھر بہت
 رینگتی سی تھی۔ سلوی نے اچانک پروا سے اپنا کلام
 سنانے کی قرآن کرہ دی۔ اس کی کمزور سی ہلکی ٹان کے
 آگے ان سب کا اصرار جیت گیا۔

"میں اپنے مجموعہ کا نام سے ایک غزل سن رہی
 ہوں۔" فیصل کا روم روم پروا کی طرف متوجہ ہوا۔
 راہیہ کی آنکھ اچانک فیصل پر پڑی تھی۔ وہ ایک ٹک
 والہ انداز میں پروا کو دیکھ رہا تھا۔ جس کی دلکش آواز
 رات کے سنانے میں ادوی سا اثر چھوڑ رہی تھی۔
 حسد کی ایک تیز لہر نے اسے پل بھر میں شرابور کر
 ڈالا تھا۔

تھی شدت ہندی۔ اسے کچھ ذوق آتا ہے
 ست نوٹ گزرا ہو گئے تھے۔ تیرے پاگل
 باہر نے اس کی وارفتہ کیفیت پر پروا کا شعر سن کر گویا
 کوئی نصیحت کرنے کی کوشش کی۔
 دامن بہت کھینچا کچھ مہیالوں نے میرا
 دل کھر توج تک ہوا نہیں کسی پہ اٹل
 جواباً فیصل نے بھی پروا کا شعر سن کر ایک خوب
 صورت سی حقیقت سے روشناس کرایا۔

"تمہاری شاعر و صاحبہ کے ہل کا ورق خالی ہے۔ کیا
 سمجھے؟ کچھ دریافت کرنے کا سہرا میرے سر پہ دو گدا۔"
 "اگر تم سنجیدہ ہو تو میری ٹیک تمنا میں تمہارے
 ساتھ ہیں۔"
 "میں سوئی مدد سنجیدہ ہوں۔ لا انفس پار تر مجھے پروا
 جیسا ہی چاہیے۔"
 "بس پھر ٹکرنہ کر۔" باہر نے شرارت سے اس

کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

پروا سلوی کے کمرے میں سونے کے ارادے سے
 جا رہی تھی۔

"ایک منٹ رکھیں۔" جانے کہاں سے اچانک
 فیصل بخاری اس کے سامنے آ گیا تھا۔ اس اچانک
 قیام پر پروا ذرا سی گئی۔
 "میں بھی آپ کا فین ہوں۔" پروا نے تو دے
 دیا۔ "وہ اپنی شرارتوں کو مصیبت میں پھنسا چکا تھا۔
 باہر اپنی سلوی اور دیگر شہسوار بچا بھی سے وہ فیصل
 بخاری کی بہت تحریک میں سن چکی تھی۔ مگر اس وقت
 ایک بار غب سے پولیس آفیسر سے زیادہ وہ خام سا
 فوجی لگ رہا تھا۔

"مگر اس وقت میرے پاس شیخ نہیں ہے اور آپ
 کہیں ہیں گے؟" پروا نے اس کی آنکھوں سے ٹک رہا
 تھا۔ بے حد حیران ہے جو رات کے اس پہر اس سے
 آنکھ کی قرآن کرہ کر رہا ہے۔

"میں یہاں ہی ہوں۔" اس نے کہا۔ "اس سنیہا کٹ سے
 لائی گئی تھی۔" پروا کی طرف دیکھا ہوا۔

"کہاں پہ ہوں۔ آپ کے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔"
 وہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہو رہی تھی اور فیصل کو اس وقت
 بہت اظف آیا۔

"میں نے سنا ہے آپ منگوا رہی ہیں کچھ تو میں بھی
 کچھ منتخب کرتے کاغذی ہوں یوں کریں یہاں شربت
 کے کارپ۔" پروا نے اس کے دس دس پیر سے منہ کی کر
 دیکھ لیا۔ "اس نے اوپر ہی دو من کھول کر کندھے
 پروا کی طرف جھکا دیا۔ کیونکہ وہ پروا سے براہِ وقت تھا اور
 وہ بھٹل اس کے کندھے سے نیچے تک پہنچ پاری
 تھی۔

فیصل کی اس اعلیٰ درجہ کی سبب اس پر پروا کا کھنکھہ
 ہونے کے قطرے بھگنے لگے۔ راہیہ ادھر ہی آ رہی
 تھی۔

"کیا ہو رہا ہے پروا؟" راہیہ کا لہجہ ہر گز عمومی سا
 تھا۔

نہیں تھا۔ وہ مسلسل فیصل کو باج کر رہی تھی۔
 اب بھی فیصل کو اس کے پاس کھڑے دیکھ کر راہیہ
 کو اندر بچک سی ملنے لگی۔ اپنی یہ کیفیت اسے خود بھی
 سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"کچھ خاص نہیں فیصل صاحب آؤ گراف مانگ
 رہے ہیں۔" پروا کا اعتماد اس لوٹ آیا۔
 "اور اچھا۔" اس نے اچھا کو جیسے کچل کر آؤ گراف
 فیصل کو اس کی بدنامت پر بھی اچھی نہیں لگی تھی۔
 "اؤکے تم وہ آؤ گراف میں سونے جا رہی ہوں۔
 رات دینے بھی کافی زیادہ ہوئی ہے۔" راہیہ نے اپنے
 طنز سے کھنکھاتا ہوا چہانے کی بات کو شش کی۔
 "اس وقت کوئی بھی آؤ گراف نہیں فیصل صاحب!
 کل اؤکے۔" وہ دن وہ توں کو وہ ہیں پھر ذکر آتی۔ اپنے
 غصے سے اس نے بھٹکتا چہرہ دکھایا تھا۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ فیصل بخاری کی ہڈیوں کی
 تپش سے بے خبر رہتی۔ سلوی اور دیگر شہسوار بچا بھی سے
 وہ اس کی بدنامی کے قیسے سن چکی تھی۔ اس کی جواب
 فیصل اور پروا کی سبب کچھ سی تو اس کے سامنے تھا۔
 پروا اس کی نکالیں پروا کو کوئی پروا نہیں ہو نہیں
 سکتی۔ اپنے دل میں کبھی غائب بھی ہو جاتا ہے۔ نہیں جانتی
 تھی۔ وہ فیصل بخاری کے لیے "صرف ناظم پاس لڑکی"
 نہیں بننا چاہتی تھی۔

خاندان اور خاندان سے باہر بہت سے اچھے
 گھر اسے اسے گھر کا چاند بنا چاہ رہے تھے۔ خود
 اقراء بھی چاہ رہی تھیں کہ وہ جلد از جلد اپنے گھر کی ہو
 جائے مگر اس نے سنا کہ کیا تھا جب تک میری اہم
 عمل نہیں ہوتی میں شادی کا نام بھی نہیں سننا چاہتی۔
 اقراء مجبور نہیں کیونکہ انہم بھی اس محالے میں شی
 کے ہم نوا تھے۔ ورنہ کتنے اچھے لڑکوں کے رشتے
 تھے جن کو مناسب انکار کرتے ہوئے انہیں بچ بچ دکھ ہوا
 تھا۔

سلوی تو تیار ہو کر پارلر سے سیدھی میں بلی علی
 تھا۔

تھی۔ وہ اس کے ساتھ تھی۔ پروا کو بڑھ کر کہنے لگا۔
اکثر زکیہ اور مہمان مہمان بھی جاتے تھے۔ گھر میں
در شہوار اور کچھ خواتین بھی۔ پروا کو دیکھ کر در شہوار
کو یاد آیا کہ وہ ابھی تک ان ہی گھروں میں محو مری
تھی۔

”پوری جاؤ مہمان کی طرف تمہارے کپڑے اور دیگر
چیزیں دیکھ رہی ہیں فوراً پہن کر آؤ نا تم تم ہے۔“
”مگر... پروا اچھا دیتی تھی۔“

”گھر میں کوئی نہیں ہے صرف ماؤم ہی ہیں تم
جلدی کرو پھر اسٹینڈے لگتے ہیں۔“ وہ خود جلالت میں
چو لری پہن رہی تھی۔

پروا آئی تو زہرا سے سامنا ہوا۔ اسے در شہوار پہلے
بھی بتا چکی تھی۔ اس نے پروا کے استری کیے: دئے
کپڑے اسے تنھائے۔

”آپ نہ نہیں بالائی تھی! میں نے پتوہ روم ابھی کچھ
دیر پہلے ہی دھوا ہے۔“ زہرا بہت بھرتی ہو کھاری تھی۔
پروا اس منٹ سے بھی کچھ وقت میں شہوار لے کر
نکل آئی۔ کپڑے پہننے کے بعد وہ جوتے پہن رہی تھی
جب فیصل نے اسے دیکھا تو اسے دیکھ کر اپنے اترے۔ پروا کا سرا
اسے طرف کی قید سے آزاد کیا اور وہ اپنے جو ہر وقت اس
کے وجود کو چھپائے رکھتا تھا۔ ساری میں صوفے پر پروا
تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھی تھی جبکہ کراڑگی کی جوتے
اسٹینڈس بند کر رہی تھی بال سارے ایک۔ سٹینڈ پر جبکہ
آئے تھے۔ فیصل نے اس منٹ کی ایک ایک ٹھیک
اپنے اندر محفوظ کر لی۔ پروا کو اس کی آمد کا پتہ چل گیا۔
پہلے اس نے جلدی میں صوفے پر پروا پر اپنے اٹھایا
اور کھول کر سہ ڈالا۔

”میرا خیال ہے آپ کافی دیر مینوڈ اور کلچر ہیں
نوں کسی کو گھور گھور کر دیکھنا سراسر اخلاقیات کے
خلاف ہے۔“ وہ غصے میں تھی اپنی جھونک میں اٹھ کر
باہر لگی تو چند قدم چلنے کے بعد ہی پاؤں برقی طرے مڑا۔
تکلیف کی شدت سے ہلکی سی چیخ اس کے لبوں سے
برآمد ہوئی۔ تب تک فیصل اس کے قریب پہنچ گیا۔ مگر
پروا نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کر دیا۔

”فیصل! بخاری! میں کسی کو اپنے ساتھ قمرٹ کرتا
ہوا نہیں دیکھ سکتی اور نہ میں اتنی گزری ہوں کہ
مجھے کوئی وقت گزارنے کا ذریعہ بنائے۔“ پروا کی
آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ وہ لٹکاتے ہوئے
وہیں سے نکلی تھی۔

لوہر غصے کی شدت سے فیصل کے لب سختی سے
ایک دوسرے میں جوست ہو گئے تھے۔ وہ لے کھٹکی
بجھ رہی تھی جب ہی تو آرام سے کہہ گئی تھی۔

”ٹھیک ہے پروا! لی! ایسا ہے تو ایسا ہی سہی تم
مضبوط رشتوں پہ یقین رکھتی ہو تو میں بھی تم کو الٹ
بند جن میں باندھنے کے بعد ہی بات کروں۔“

وہ ایک ادا کوئے پر ٹھہرنے کے بعد شہنت ہو چکا
تھا۔

فیصل آج کمرہ ہی تھا۔ کئی عرصے کے بعد چھٹی
بھر زہرا انداز میں انجوائے کرنے کا موقع ملا تھا۔ بار بھی
اس کے ساتھ تھا۔ رات کے کھانے پہ پوری فیصل
آئی تھی۔

زہرا نے کھانے کے بعد بڑی اٹھائے۔ تراب
بخاری نے سب کے چہرے پر نظر ڈالی۔ اب ان کی
ٹانگوں پر فیصلی پہ تو کس تھیں۔ منورہ بیگم بھی اوجھر
توجہ تھیں۔

”فیصل! میں اور ماں ہی سوچ رہے ہیں کہ اب
تمہاری شادی ہو جانی چاہیے۔“ تراب بخاری کا لہجہ
بہت خوشگوار تھا۔

”جی میں خود آپ سے یہی بات کرنے والا تھا۔“
”چلو تم ہی بتاؤ کہ کیا ارادہ ہے تمہارا؟“ انہوں
نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔ باہر اس دوران خاموش رہا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

”لیا! میں پروا کو زگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“
ایک ہانچے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھا گئی۔
”بہت اچھی بات ہے میں پہلے ان کی فیصلی سے ملنا
چاہوں گا۔“ تراب کا رویہ ہنوز دوستانہ ہی تھا۔

کی طرح ہیں پھر بھی وہ اسے مندر کا دوتا بنائے
رہی۔ اسے اچھی طرح خبر تھی کہ فیصل نے اگر کہہ دیا
ہے تو پھر اس کے ساتھ اس کی شادی ناممکنات میں
سے ہے۔ مگر پروا کے بارے میں اس کا کھلا اظہار
پسندیدہ کی اس سے کسی طرح بھی برداشت نہیں ہو رہا
تھا۔

پروا نے فیصل کا اختیار ماں باپ کے سپرد کر دیا تھا۔
اپنے تین رو اس پر جو سے آزاد ہو گئی تھی۔ فیصل میں
کھٹکی سی تھی۔

لوہر انجم فیصل کے بارے میں ضروری معلومات
کروا چکے تھے۔ اقراء سے مشورہ کیا تو وہ بھی مطمئن
تھیں۔ بس ایک بات کچھ پریشانی والی تھی کہ فیصل
بخاری کی فیصلی ان سے ملانی حیثیت اور مرتبے میں
زیادہ تھی۔ وہ بھی کھاتے پیتے خوشگوار گھرانے سے
تعلق رکھتے تھے۔ مگر ان کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں
تھے۔ اللہ یہ بخروہہ کرتے ہوئے انہوں نے تراب
بخاری کو بالکل ادا کیا۔

فیصل کو بے اندازہ خوشی ہوئی۔ اپنی آسانی سے وہ
جامل ہوئے جارہی تھی۔ اس نے تراب بخاری اور
نیلیم سے کہا تھا وہ ان کی ٹھکانے پر چلا جاتا ہے۔ مگر انجم
نے کہا کہ وہ پروا کے پونہر سنی سے ٹالنے ہونے کے
بعد ہی شادی کریں۔ فیصلی ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔

پروا نے صاف کہہ دیا تھا کہ مقفی یہ دھوم دھڑکا
نہیں ہو گا۔ نہ زیادہ لوگوں کو بلوانا ہے۔ صرف گھروالے
ہی ہوں۔

اور پھر سادہ سی تقریب میں نیلیم نے پروا کو فیصل کے
ہاتھ کی انگوٹھی پہنا دی۔

فیصل دیکھنا چاہتا تھا پروا سے نئے رشتے میں
منسلک ہونے کے بعد اس کے تاثرات اور خیالات
کیسے ہیں۔ مقفی ہو چکی تھی اپنے حساب سے اب وہ
سب کچھ جاننے کا حق رکھتا تھا۔ ان ہی خیالات میں

فیصل نے جانے کب سے فیصل کو چکے چکے پرند
کرنے لگی تھی۔ مگر اس نے صاف طور پر کہہ دیا
تھا کہ اپنے خاندان کی سب ازگیوں اس کے لیے رسول

راجہ نہ جانے کب سے فیصل کو چکے چکے پرند
کرنے لگی تھی۔ مگر اس نے صاف طور پر کہہ دیا
تھا کہ اپنے خاندان کی سب ازگیوں اس کے لیے رسول

راجہ نہ جانے کب سے فیصل کو چکے چکے پرند
کرنے لگی تھی۔ مگر اس نے صاف طور پر کہہ دیا
تھا کہ اپنے خاندان کی سب ازگیوں اس کے لیے رسول

ظلمات یہ بطور خاص ان کے گھر آیا۔ ہونے والے داماد کی حیثیت سے یہ اس کی پہلی آمد تھی سو اقراء اور انجم کی خوشی دینی تھی۔ انجم اپنے گھینٹ میں تھے اقراء نے فون کر کے انہیں بھی گھر بلا لیا۔ وہ اب بچن میں تھی اس کی خاطر تو صبح کا اہتمام کر رہی تھیں۔ جس کے لیے فیصل یہاں آیا تھا وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک گھنٹہ تو اسے بھی یہاں آئے ہو گیا تھا۔ بالآخر اس سے رہا نہیں کیا پوچھ ہی بیٹھا۔

"انگل اپرہا کہاں ہے نظر نہیں آ رہی ہے۔" "بیٹا! وہ ریڈیو اسٹیشن گئی ہوئی ہے رطابہ کے ساتھ۔ مشاعرے کی ریکارڈنگ کے لیے۔" انہوں نے مختصراً بتایا تو اس کی خوشی یکدم مہاندی پڑ گئی۔ انجم اور اقراء نے کھانا کھائے بغیر اسے اٹھنے نہیں دیا، جاؤنگا۔ اسے بالکل بھی بھوک نہیں تھی۔ "جبورا" ان کی خوشی کے لیے کھانے میں شریک ہوا۔ کھانے کے بعد وہ ان سے اجازت لے کر نکلا تو تب بھی پروا نہیں لینی تھی۔ اس کے اہل گھر پہ اس کی پڑ گئی تھی۔

اسے اٹھتے ہوئے مینٹل سے پانچ منٹ بے اہم ہونے لگے جب پروا گھر واپس آئی۔ رطابہ اس کے ساتھ تھی۔ پروا کے چپاکی مٹی کی بندوں میں خوب جتی تھی۔

"مما کون آیا تھا؟" پروا بچن میں پانی پینے کے لیے آئی تو سنگ میں گندے برتنوں کا انبار دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔ "فیصل آیا تھا ابھی دس منٹ ہوئے واپس گیا ہے۔"

"اور اپنا؟" اس نے پانی کا گلاس منہ سے لگا لیا اور کھونٹ کھونٹ پینے لگی۔ "تمہارے انتظار میں کافی دیر بیٹھا رہا۔" "ممانے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ "ریکارڈنگ میں ہی کافی دیر لگ گئی مگر وہ نہ میں جلدی آجاتی۔"

اس کا سیل بڑی زوردار آواز میں مگلتا تھا۔ وہ باتیں ہاں میں منہ ہاتھ دھو رہی تھی تیزی سے نکلی اور سیل

اٹھایا۔ تب تک فون رنڈ ہو چکا تھا۔ اس نے نمبر دیکھا۔ یکسر اجنبی اور انجمن نمبر تھا۔ اس نے دیکھ کر واپس رکھ دیا۔ فیصل نے غصے سے سیل فون گاڑی کے ڈش بورڈ پر پھینکا اور یکدم ہی اسپید برخواستی۔ وہ سمجھا رہا تھا اس نے پروا کا نمبر لیا تھا لیکن کل آج اس نے پہلی بار کی تھی کہ اسے جانے کا اپنی آمد اور انتظار کا۔ گھر آیا تو پیر اور در سوار آئے بیٹھے تھے۔

"کہاں گئے تھے آج شام سے نظری نہیں آئے۔" پیر نے استفسار کیا۔

"میں انجم انگل کی طرف گیا تھا۔" وہ مختصراً بتا کر

لن کہیں ہی بیٹھ گیا۔ "اور یعنی کوچہ، پانچ کا طواف کرنے۔" پیر نے بڑی آہستہ آواز میں کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی فیصل کے لبوں پہ مسکراہٹ آ گئی۔

"کیسی تھی ہماری بھابی؟" در سوار بھی قریب کھٹک گئی۔

"وہ تو مشاعرے کی ریکارڈنگ کے لیے ریڈیو اسٹیشن گئی ہوئی تھی۔" در سوار کے طرز تکلف پہ اس کا شمار افسانہ بل بچر میں ہوا۔ "پیر نے منہ دیکھا تو فیصل ہنس پڑا۔

"نکرنہ گرو اب افسوس کی نوبت نہیں آئے گی کیونکہ پاپا اور ماما جن کی شادی کرنا چاہا رہے ہیں اور میرا ارادہ ہے کہ جنان کی شادی کے ساتھ میری بھی ہو جانی چاہیے۔" پاپا سے کون کا انجم انگل سے بات کر رہی۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ اب تم زیادہ انتظار کرو گے۔" پیر نے آخری جملہ اس کے کان میں کہا۔

"۳۲ سال بڑی بڑی چیز ہے کبھی محبت کی ہوتی ہے۔" "مجھے یقین نہیں آ رہا یہ جملہ ایک پولیس آفیسر کے منہ سے نکلا ہے۔"

"حسن لطیف مجھ میں بھی پائی جاتی ہے۔" اس پستی

میں والا اور پوچھنے والے سے یہاں پر جنک ہو گیا۔ "اور پروا کی منہ دہانی کے خیال سے وہ آہستہ آہستہ اٹھ اٹھا۔ پروا اسے دیکھ کر کہہ گیا۔

"اب اونٹ پیراؤ کے نیچے کیا ہے۔" "اونٹ گھوڑے کے نیچے اونٹ بنا کر رکھ دیا۔" "کیا تو نہیں ہوتا تھا تم نے سمجھ لیا ہے۔" اپنی انا اور نصیحت کے معاملے میں میں کبھی کبھی ٹوٹی اندھو ہاتھ زمین کھوں گا، سمجھ آئی کہ نہیں۔" فیصل کا لہجہ یکدم خجندہ ہو گیا۔ وہ پیراؤں چپ ہو گیا۔

راجہ کی شادی کی تاریخ طے ہوئی تو وہ بھی سلوی کی لہجہ یونیورسٹی سے غائب تھی۔ پروا سلوی کو بہت پسند کرتی تھی۔ ایک ماہ پہلے ہی وہ بدین کے پاس آئی تھی۔ اب راجہ کی بھی شادی ہو رہی تھی تو وہ بھی نہیں آ رہا تھا۔ راجہ کا رویہ اگرچہ پہلے کی طرح بدبو بگڑا ہوا تھا لیکن وہ دے نہیں تھا اس کے باوجود پروا اس کے غلوں میں گئی نہیں آئی تھی۔ ممانے اسے بتا تھا کہ فیصل کے گھر والے شادی پہ زور دے رہے ہیں۔ وہ سننا ہی نہ گئی۔

"مما میں بہت بڑی ہوں۔ اسٹڈی مشاعرے کی ریکارڈنگ، مشاعرے میں شرکت اور پھر پرجاتی ختم ہونے تک میں اس موقع کے بارے میں سوچتا بھی نہیں چاہتی۔" اس نے بات ہی ختم کر دی تھی۔ "اور اگر فیصل تنگ پروا کا جواب پہنچاتا تو اسے بہت غصہ آیا۔ مگر ممانے نے کہا کہ یہ سات ماہ میں وہ یونیورسٹی سے فری ہو جائے گی تب ہم خوب دھوم دھماکہ سے اپنے ارباب کا گھر لائیں گے۔ ان کی وضاحت سے فیصل کی فکری ختم نہیں ہوئی۔ گھر میں جنان کی شادی کی تیاریوں کی وجہ سے چل پھل سی گئی۔ اسے دیا تو آئی تو اس کا تکیا ہاتھ پروا کے پاس جائے اور اس کی بودی سی ہیل کے پرچے اڑا دے۔

مگر اس نے ہی ٹاپیے کچھ سوچ کر وہ کنویر پر جاتا۔ پتہ نہیں کہیں لادھل کو بھائی تھی۔ اس وقت کو کوستا

جب مشاعرے میں گیا تھا اور وہ محبت کی انجانی کن وٹھیمی دودھیں بکڑا گیا تھا۔

جنک کی منہ دہانی کے دن اقراء اور پروا شام کو ہی "رجب منزل" آگئی تھیں۔ منہ دہانی کی تقریب مشترکہ تھی اس لیے مسلمان بہت زیادہ تھے۔ فیصل اور جنک کی کزنز کاموں میں غبی ہوئی تھیں۔ کیونکہ تقریب کا اہتمام گھر کے وسیع پیمانے پر ان میں کیا گیا تھا۔ کھنگ اور فکول ڈیکوریشن مکمل تھی۔ اسٹیج منہ دہانی کی رسم کے لحاظ سے سجایا گیا تھا۔ پروا نے مدد کے لیے اپنی خدات پیش کیں مگر وہ شہوار نے اسے ہنس کر ایک سائیڈ پر بٹھا دیا۔ ویسے بھی انتظامات مکمل ہو گئے تھے۔ فیصل، جنان اور دیگر مردوں کے ساتھ انتظامات کا جائزہ لے رہا تھا۔ قاسم ہونے کے بعد فیصل نے جنان کو تیار ہونے کو کہا۔ منہ دہانی کے لیے لڑکوں نے سفید کلفٹ کے کرتے شلوار بنوائے تھے۔ اب جنک اور سبتوں کے ساتھ تھا۔ فیصل بھی پیچ کر چکا تھا۔ ٹی وی انڈیج سے گزرتے ہوئے اس کی نگاہ اقراء آئی۔ پروا بھی آگئی آہستہ آہستہ پاس آکر خیریت پت پوچھی۔ "آسمان نے است دعا میں دیں۔"

اب فیصل کی نگاہ پروا کو تلاش کر رہی تھی۔ بالآخر اس کا نگاہ پر مقصود نظر آئی گیا۔ وہ در سوار کے ساتھ پھولوں کے گھڑے میں کھڑی تھی۔ ساتھ اور لڑکیوں بھی تھیں۔ کالی عرس کے بعد فیصل نے اسے دیکھا تھا مگر بات کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ارد گرد سب موجود تھے۔

"ارے فیصل بھائی! آپ تو عید کا چاند بن گئے ہیں کتنے عرس کے بعد آپ کو دیکھ رہی ہوں۔" اس کی خالہ کی بڑی بیوی نے اسے کھڑے دیکھ کر شکر کر ڈالا۔ تب اس نے آگے بڑھ کر مٹی ڈھول پوچھا۔

"میری جاب ہی ایسی ہے کہ اپنے گھر سے بھی فرصت نہیں ملتی۔" اس نے وضاحت سے انہیں سناتے کرتا ہوا پروا ایک ٹاپیے کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

فیصل کے پاس موجود گزرتے مسکرانے تھیں۔ ہر شہوار کو پروا ہی نہ تھی کہ ان کا اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ اکیلی تھی اور ہر وہ سارا شہرانی ٹولہ تھا۔ اس نے پروا کو ہانے سے وہاں سے بنا دیا۔

"قریب میں دیکھو پھولوں کی پتیاں اور کچرے بڑے ہوں گے۔ لے آؤ میں تمہیں بھی پہنچاؤں گی۔" پروا نے سکون کا سانس لیا۔

ان لڑکیوں کی فصول چھوڑ چھاؤ سے اسے سخت الجھن محسوس ہو رہی تھی۔ قرینچ فصول کو اس نے دیکھا وہاں بھولے نامور نشان تک نہیں تھا البتہ پھولوں کی جیتاں ضرور پڑی تھیں۔

وہ واپس آئی تو فیصل اسی طرح وہاں موجود تھا جس طرح وہ چھوڑ کر گئی تھی البتہ لڑکیوں کی تعداد کم ہو گئی تھی۔

"مسلمان ہونے کے واسطے سے ہندو سلاہ بچا ہی کر لیتا ہے۔" فیصل نے گہری دیکھاؤ سے ڈالتے ہوئے کچھ شرمندہ کرنا چاہا تو شہوار اور درمی مسکرانے لگیں۔

"بوتھور میں بڑھنے اور شاعر ہونے کے یار وجود آپ اپنی شہرانی ہیں مجھے حیرت ہوئی ہے۔" اس نے ایک اور طعنے کو دیا تھا۔ وہاں پروا نے اندولنی سے پہچو پاتے ہوئے بظاہر دیکھے انداز میں وضاحت دی۔

"میں شام سے آئی ہوئی ہوں، آپ پہ نظر ہی پکڑ رہی تھیں اور میں نے آپ کے سامان کا جواب بھی دیا تھا۔ آپ تنگ شاید پہنچا نہیں۔ دوسرے آپ کی غلط فہمی دور کر دوں کہ ابھی صرف متنی ہوئی ہے شادی نہیں اور مجھے اپنی حدود کا خیال رکھنا آتا ہے شہرانی کی شہرہ لازمی نہیں ہے۔"

"ارے واہ واہ پروا! وہ کل تمہارے تو لڑکیوں کا سر بلند کر دیا ہے۔ لڑکے متنی کے بعد بہت دیرمانگ ہو جاتے ہیں تمہارے توجہ جانی واضح کر دی۔" وری نے پروا کی پیشہ فحوی تو فیصل کو ہنس آگئی مگر وہ شہید ہی رہی۔

ہندی کی پوری تقریب کے دوران وہ الگ تھلک ہو کر بیٹھی رہی۔ وری نے ٹوٹ لیا کہ وہ کچھ دھمے میں

ہے اور آپ سیٹ بھی ہے۔ اسے نہیں پہنچا تھا کہ پروا کے غصے کی وجہ کیا ہے۔ ہوا میں تھا کہ مسلمانوں کی آمد ہوتی ہی ٹیم نے پروا کو بہت خوب صورت سوٹ پہننے کو دیا۔ ہندی یارات اور دھم کے لیے انہوں نے خود اظہار خاص پروا کے لیے سوٹ بنوائے تھے۔ ان کی محبت کے سامنے وہ انکار نہ کر سکی جتنا کہ شہر سے تیار ہو کر آئی تھی۔ ہر شہوار چنگ کے ہوئے سوٹ سمیت فیصل کے کمرے میں پہنچو گئی تھی۔ "اب ضرور تمہیں انہیں سے پہنچ کر کوئی نہیں آئے گا۔ بالی گروں کا تو برا حشر ہو رہا ہے۔" زوردار زور سے کہنے لگی۔

ابو حشر فیصل رستہ درج کمرے میں بھول گیا تھا۔ یاد آئے یہ وہ اٹھانے کمرے میں آیا تو پروا غیر متوجہ طور پر اپنے کمرے میں موجود پایا جو در سنگ میل کے سامنے کھڑی بالی پریش کر رہی تھی۔

اس کے منہ دراز کھلے ہوئے ہیں فیصل نے پہلی بار دیکھے تھے۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ وہ بے وحش اندر چلا آیا تھا۔

پروا کو یہ نہ پتا کہ دل میں عجیب سی خواہش جاگی تھی۔ اس نے ہاتھ ایک دھمکے سے لیے اور ایک لاک پہ زکنا تھا۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

پروا کے چہرے پر اس لیے بے اعتباری کے جو سامنے لہرائے تھے۔ انہوں نے جیسے فیصل کو گہری کھانسیوں میں ڈھکیل دیا تھا۔

وہ بھاگ کر دروازے کی طرف آئی وہ پھیل کر کھڑا تھا۔ پروا نے غصے میں اسے آگیا "وہ کادے کر پیچھے کیا۔" اسے شرمندہ سوچوں کے درمیان بھٹاتا چھوڑ کر جا چکی تھی۔

لیکن یہ بتانا چاہتا تھا کہ اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ چونکہ سچی ہے اس کا راز وہ ہرگز نہیں تھا۔

مگر وہ اس کے بعد وہاں تلی ہی نہیں۔

منان کی شادی پھر وہی ہو چکی تھی۔



پروا نے یہ سوچ ہی جانا شروع کر دیا تھا۔ اس دن بھی سراجا کی کلاس لے کر وہ نکلی تو گریڈ دو میں فیصل بخاری کو سرپا انتظار پا کر اس کی حیرت و حیرت ہوئی۔

پروا نے سراجا کے چلیں بہت ضروری بات کہنی تھیں۔ "لو لنگ کر اس کے پاس آیا اس کے تاثرات غامض و رشتہ تھے۔ پروا کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ اسے سادی دکھا ہوں نے ایک اسٹارٹ اور ڈینٹ نوڈان کے ہمراہ پروا کو جاتے دیکھا۔

وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی آئی تھی۔ وہ اپنی گاڑی اشارت کر کے لے آیا۔ وہ کوئی سوال کیے بغیر ڈھکی۔

پروا! میں اس دن والی بات کے بارے میں آپ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی یہ اعتباری مجھے بہت دکھ دے رہی ہے۔ آپ یقین کریں کہ اس دن میں نے دروازہ کسی بری نیت سے لاک نہیں کیا تھا بلکہ میں کسی کی مداخلت کے بغیر آپ کو چھوڑی اور لیٹا چاہتا تھا۔" پروا نے سراجا سے کہو آگے نکلی کر فیصل کے گاڑی ایک کم سے کم اور قدرے سنسن مڑا کر روک دی تھی۔

"کلی آپ جیسو کری میں رہی تھیں میری اس لیے میں بوسہ دے کر آیا ہوں کہ آپ کی غلط فہمی دور کر سکوں۔" فیصل کے چہرے اور آنکھوں میں سچائی کی چمک واضح تھی۔ پروا کے منہ انصاف رفتہ رفتہ ڈھیلے پڑنے لگے۔

"اتنی سی بات کو آپ نے اتنے سیریس لے لیا۔" پروا کے لیے میں اپنا نیت ہی تھی کچھ تھا ایسا کہ فیصل کی نگاہیں ایک بار پھر سب کچھ بھلا کر اس پر مرکوز ہو گئیں۔

"تو آپ کی غلط فہمی دور ہو گئی؟" اس نے دونوں کی سنگ اور اذیت ختم ہوئی تو وہ بالکل پرسکون نظر آنے لگا۔ وہاں "پروا نے سر کو انہیں میں ملا دیا۔"

"مگر تو پھر ہماری دوستی کی۔" فیصل نے ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا۔ فیصل کے تاثرات بہت

بے ضرورت تھے۔ پہلی بار پروا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھام لیا۔ یہ گرفت ایک مڑی تھی پھر خوش پڑھت کچھ مستی کچھ جتنائی ایک ایسے مڑی گرفت جو اس سے بے پناہ محبت کرنے لگا تھا۔

"پری تلی لویو۔ سوچ۔" وہ بے خوف ہو رہا تھا۔ پروا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا تو وہ خوش میں آ گیا۔

"آپ مجھے کمر چھوڑ دیں؟" پروا نے نہیں جانا۔ "پروا اسے اس کی نگاہوں کا سامنا شہوار تھا۔

"چھوڑ دوں گا اتنی جلدی کیا ہے۔"

"نہیں آپ مجھے چھوڑ دیں بس۔" یہاں پروا ہل نہیں سکتا چاہتی تھی۔

اور وہ یہاں پروا سے بار بار گھبراہٹ سے بیٹھنے کی طرح۔ محبت انسان کو بڑا گزیر دیتی ہے۔ یہ فیصل کا اپنا نقطہ نظر تھا جس پہ وہ بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔

پروا نے فیصل کی ہمتاوت سے قبل خیر نہ پائی۔ سرگرمیوں کا بھرپور آغاز ہو چکا تھا اور ہمیشہ کی طرح پروا آگے آگے تھیں۔ پہلے وہ دعوت کا نام کی خبر پائی کے بعد وہ دوسرے کی تیاری میں بھی لگی ہوئی تھی۔ ایک میزبانی ادبی پر سچے کے ذریعہ اور بہت متفق شاعر اس جلسے میں آئے مفید تجاویز سے بھی نواز رہے تھے۔ پروا کا کم نکال کر ان کی طرف بھی دیکھی جاتی۔

بلا کے حسن پرست اور وہاں ہر دور تھے عرفین بالی نیا دلی بالی ان کا تھیں تھا۔ تنقید نگار بھی تھے ادبی دنیا میں اس میں بہت عزت دی جاتی تھی۔ وہ قدرے غور و بھی ان کے مزاج کا حصہ بن چکا تھا۔

پروا سے ایک شاعر کے دوران وہ متعارف ہوئے اور پھر اس کے حسن و بے نیازی کے نمونہ ہو گئے۔ اپنے لہجے پر سچے میں انہوں نے پروا کی شاعرانہ صلاحیتوں کے بارے میں کھل کر لکھا تھا۔ جس سے ایک برا حلقہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ یہ کہ ان کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی۔ گزرتے ایک سال نے

کے جانے والوں کے کانوں تک بھی پہنچ گیا تھا۔

فیصل تین دنوں سے پروا کا نمبر مسلسل لڑائی کر رہا تھا جو بند جا رہا تھا۔ رات کے کھانے پہ راجہ سے سامنا ہوا تو وہ پوچھ بیٹھا۔

"پروا کھینک تو ہے ہی۔ یونیورسٹی آری ہے؟" اکتا پریشان تھا پروا کی خاطر۔

"تھا ہاں وہ یونیورسٹی آری ہے۔ کیوں کیا بات ہے؟" وہ دلی کیفیت کو چھپاتے ہوئے بظاہر عام سے لہجے میں بولی۔

"اس کا سنل نمبر آف ہے تب ہی پوچھا ہے میں نے۔"

"او اچھا۔ وہ کافی بڑی ہے۔ ان دنوں۔ یہ اس کی پہلی ملاوت ہے جب بہت مصروف ہوئی ہے تو اپنا سیل فون آف کر دیتی ہے۔"

"کیوں تو اس کی مصروفیت ہے؟"

"ایگزیزٹرز بھی قریب ہیں اور وہ اپنی کتاب کی تیاری میں بھی مصروف ہے۔ عرفان ہائی نیازی کی طرف چلی جاتی ہے وہ وہی۔ بہت قارنٹ بند ہے۔ یہ عرفان ہائی نیازی بھی۔"

"اس نے بظاہر جس کمرے بے ضرر انداز میں کہا تھا۔ مگر اصل کمرہ پریشان سا ہو گیا تھا۔ راجہ فیصل سے تھوڑا سا مل چکی تھی۔ اس نے بھی

بھی ایسے بھائی کہہ کر مخالف نہیں کیا تھا پھر بھی نہیں لگتی تھی اب۔ صرف آپ کہہ کر کام چلا گئی تھی۔ حیرت کی بات تھی حشر سے شادی کے بعد بھی اس کے دل سے فیصل سے دستبرداری رکاوٹ کم نہیں ہو اتھا۔

اب تو اسے ساری عمر میں رہنا تھا اور فیصل کو ہر وقت نظروں کے سامنے دیکھنا اس کے لیے کسی امکان سے کم نہیں تھا۔

اس کے لیے یہ تصویر ہی سہا بن رہی تھی کہ فیصل جسے وہ شروع سے محن مند کا دیو یا بنا کر پوجا کرتی رہی ہے وہ پروا پر جان چڑھتا ہے۔

راجہ کا حسد اسے چین نہیں لینے دیتا تھا۔ وہ اپنے

ان کی بات پر حیرت کر رہی تھی۔ پروا کی شاعری نے نوجوانوں کے ساتھ ساتھ ادب کے نقادوں کو بھی ہکا بکا کیا تھا۔ انہی کے مشورے سے پروا نے دو سرے مجموعہ کلام کو کتابی شکل میں لانے کا کام شروع کر رکھا تھا۔

ان دنوں وہ بہت مصروف تھی۔ یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد عرفان ہائی نیازی کی طرف چلی جاتی۔ وہ "نیاسویرا" کے آفس میں ہی تمام طور پر پائے جاتے۔ ان کی حسن پرستی کی داستانیں عام نہیں لیکن پروا نے اس سلسلے میں بڑا بہت اصولی رکھا ہوا تھا۔ اس کے ارد گرد دکانی دھار بڑا مضبوط تھا۔ عرفان ہائی نیازی کو حائل بننے کی جرأت ہی نہیں ہوئی۔

میر عزیز کی بیٹائیں ہماریں دیکھ لینے کے باوجود تاحاتی تنوار سے تھک اپنی میدان میں تو وارو لگتا رہا کی سرپرستی کرنے میں انہوں نے کبھی بخل سے قسم نہیں لیا تھا۔ ان کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی وجہ سے ہی آج بہت سے کم نام شاعر اور ادیب اپنی میدان کے روشن ستارے بن کر رہتے تھے۔

ایک طرف سے عرفان ہائی نیازی اس کے محذور ہائی تھے۔ کینڈکٹ اور انہوں میں متعارف انہوں نے نہ

تبی کروایا تھا۔ پروا کا شمس بھی انہوں نے ہی "کوڑھل" جو بڑا کیا تھا جواب اس کے پروا کی نام کا حسد میں چکا تھا۔ "کوڑھل" کا مطلب تھا اناہیت خوب صورت اور حسین۔

اپنی حلقوں میں عرفان ہائی نیازی کی شہرت کچھ بھی رہی ہو مگر پروا کے لیے وہ بہت تفتن احترام تھے۔ اس کی خوب صورتی اور رک رکھنے تو نے عرفان ہائی نیازی کو شروع میں چوڑا کیا ضرور تھا مگر بعد ازاں پروا کا رویہ بدل کر وہ اپنے خوں میں سمٹ گئے تھے۔ گرت بیٹھ سے وہ اس کی نظر کی زد میں رہتے تھے۔

پروا پر وہ خاصے نہرمان تھے اور دل سے اس کی عزت بھی کرتے تھے۔ سو وہ ابھی تک کسی بھی ناخوشوار صورت جلی سے بچی ہوئی تھی۔

مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن سے پروا کی پڑرائی مبہم نہیں ہو رہی تھی۔ ان کی زبانوں کا اگلازہ ہر پروا

دشمن کی مسلسل ناشکری پہ تکی ہوئی تھی اور اسے اس کا احساس تک نہ تھا۔

کتنا ہی سیٹ کر پروا ابھی ابھی سوئے کے لیے دراز ہوئی تھی کہ اچانک اس کا سیل فون گنگناٹا لگا۔ اسی گنگناٹے کے اٹھنا بجا رہا تھا۔

پروا کی سسٹن نے چہرے کا معاملہ کیا تھا۔ "انتہا ام ٹیکم۔" اس کی تلاش بدحواسی فیصل کی اشتہاروں کی طاقت اور نیازی ختم کر گئی تھی۔ پروا کی مصروفیت اور سیل آف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔

"وہیکم اسلام کہاں گم ہو پروا صاحب! لگتا ہے کہ مجھے آپ کو لاک آپ میں بند کر دیا ہے۔" فیصل کی بے قراری تھا اور سسٹن سے عیاں تھی۔

"میں تو کس بھی گم نہیں ہوئی اور میں نے کون سا ایراجرم کر دیا ہے جو آپ مجھے لاک آپ کی دھمکی دے رہے ہیں۔"

"سارے جرم کون کون کرتا ہے؟ صرف آپ ہی تو ان تمام سے ناواقف ہیں۔" فیصل کی ہنسی تھی۔

"ہائے کہ نہیں تو آپ تھا آپ کا؟"

"میں کچھ دنوں بہت مصروف تھی۔ اس مصروفیت میں سیل فون کو چارن کرنا یا دلی نہیں رہا اس لیے ان آف تھا میرا۔"

"بہر حال آئندہ خیال رکھتا ہے۔ مجھ سے دور ہیں آپ تو رہائے تو رہے۔ کچھ باتیں خود سے سمجھنے کی اور اگر میں فیصل کے کچھ مسئلے مت غری تھی۔"

"اؤسے آئندہ خیال رکھوں گی۔" کہہ کر پروا نے فون بند کر دیا۔

نیدر آج بھی فیصل کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ان کی بلندی کہاں آنے والی تھی۔ کمرے کی تھنائیاں لگاتے لگاتے کوڑھل بھی نہیں اور دل تھا کہ پروا کو طالب کے بارہا تھا۔ جذبات کی کڑج شاید اس تک نہیں پہنچی تھی تب ہی انہوں نے فیصل کی ہونے لگی تھی۔

لیکن اتنا ضرور ہوا تھا پہلے کی طرح اس کے انداز میں۔ بے گنجی نہیں تھی وہ اس کی چاہت سے آگاہ تھی۔ فیصل کے پلوں پہ بہت سے خوب صورت خواب سجے تھے۔

آخری بچہ دے کر گھر آئی تو تراب لغاری اور غلم آئی آئے تھے تھے۔ ان کے سامنے بڑے ٹیبل پہ مٹائی کے ٹکڑے رکھے تھے۔ پروا کپڑے بدل کر ان کی طرف چلی آئی۔ غلم نے صوفے پر اسے پاس ہی بٹھالیا۔

"کیسے ہوئے بچہ زخمی؟" سلام دعا اور خیر خیریت پوچھنے کے بعد انہوں نے بچہ کی ہیلت پوچھا۔

"بہت اچھے ہوئے ہیں۔ بیشک کی لکھی تھیں امید ہے اب تھک سکیں گے۔"

"ان شاء اللہ۔ اور رزلٹ تو تم اب مسٹرٹل میں آکر ہی دیکھو گی۔" غلم نے اسے تھپتھپا اور اس کے خیال کے بعد محالہ نہ اسے بتا دیا کہ وہ کس مقدمے میں تھیں۔

پروا کی شادی۔ ڈاکٹر انجم کے بڑے بھائی ریاض احمد بھی اپنی پوری ٹیبل سمیت انگلیڈسٹ آرہے تھے۔ اب اتنے غریب بعد وہ آرہے تھے تو سب بہت خوش تھے۔

پروا کی شادی سے ہفتہ پہلے ریاض احمد لپے بھائی ڈاکٹر انجم کے پاس تھے۔ اقراء اور پروا نے پہلی ہی اوپر کا پورٹن ان کے لیے سیٹ کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا بہو اور دو پوتے پوتیاں بھی تھیں۔ یوی ان کی سات سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ لب بوٹے اور پوتی سے ملنے بیٹھے تھے۔ ان کے آنے کے بعد گھر کی رونمائی چڑھ گئی تھی۔

پروا کی شادی سے ہفتہ پہلے ریاض احمد لپے بھائی ڈاکٹر انجم کے پاس تھے۔ اقراء اور پروا نے پہلی ہی اوپر کا پورٹن ان کے لیے سیٹ کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا بہو اور دو پوتے پوتیاں بھی تھیں۔ یوی ان کی سات سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ لب بوٹے اور پوتی سے ملنے بیٹھے تھے۔ ان کے آنے کے بعد گھر کی رونمائی چڑھ گئی تھی۔

پروا کی شادی سے ہفتہ پہلے ریاض احمد لپے بھائی ڈاکٹر انجم کے پاس تھے۔ اقراء اور پروا نے پہلی ہی اوپر کا پورٹن ان کے لیے سیٹ کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا بہو اور دو پوتے پوتیاں بھی تھیں۔ یوی ان کی سات سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ لب بوٹے اور پوتی سے ملنے بیٹھے تھے۔ ان کے آنے کے بعد گھر کی رونمائی چڑھ گئی تھی۔

پروا کی شادی سے ہفتہ پہلے ریاض احمد لپے بھائی ڈاکٹر انجم کے پاس تھے۔ اقراء اور پروا نے پہلی ہی اوپر کا پورٹن ان کے لیے سیٹ کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا بہو اور دو پوتے پوتیاں بھی تھیں۔ یوی ان کی سات سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ لب بوٹے اور پوتی سے ملنے بیٹھے تھے۔ ان کے آنے کے بعد گھر کی رونمائی چڑھ گئی تھی۔

انہ کو رکھی تھیں۔

انجم صاحب نے ان میں زبردستی یہاں سے اٹھا کر سونے بیجا تھا کیونکہ اقراء کی فیضیت رونے سے خراب ہو رہی تھی۔

ان کے جانے کے بعد فیصل کی کال آئی۔ پرواکاںل ابھی بھی بھرا ہوا تھا۔ اس کی توازن کر لور بھی روٹا آ گیا۔

اس کی بہتی بھتی تھیں تو فیصل نے فورا محسوس کر لی تھی۔ مگر جانتے ہوئے نظر انداز کر گیا۔

”کل آپ نے پوری کالیں اور باتوں کے ساتھ ساتھ تاجاں پہ بھی منہ دی لگوائی ہے۔ لکھنوں سے لور تک۔ مجھے اٹھانے کا اگر آپ نے میری یہ پھیل سی خواہش پوری کی تو...“ پروا نے ہنستی سے جی کہہ کر فون بند کر دیا۔

پروا نے شادی پہ اپنی فرزند زینب پرز کے ساتھ خاتون اور مرد شاہوں کو بھی مدعو کیا تھا۔ ان میں عرفان بانی نیادی بھی تھے۔ جنہیں نے پروا کو شادی کے وقت کی صورت میں اس کا سرا کھوڑا کاہم دیا۔ جس کا صوبہ ”تم سے“ تھا۔ لور یہ میں پروا کی شادی کے روز منبر نام تھا۔ اسے اس کی خوشی بھی بہت تھی مگر باپ سے چھڑنے کو کہ اس کی خوشی پہ غلب تھا۔

رخصتی کے وقت وہ اتنا پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ خلیم اور رباب لٹاری کے ساتھ ساتھ اور لوگ بھی پریشان ہو گئے۔

رخصت ہو کر پروا اور رباب منزل پہنچی تھیں۔

رسول کے سب غور توں نے اسے گھیرا ہوا تھا۔ فیصل نے توجہ جان چھڑائی تھی اسے رسول سے دلچسپی نہیں تھی یہ مشکل سے پروا کے ساتھ پانچ منٹ بیٹھا تھا اور لیکن کو مٹائی کھانے کے بعد معذرت کر کے دو ستوں کی طرف چلا گیا تھا۔ راہیہ اس حد درجہ من کے قریب ہی پہنچ رہی تھی۔ پروا کے یوں رونے سے کچھ فاصلہ میں دو سوگات پیدا ہوئے تھے۔ ان سوتاوں نے

راہیہ کو قدرے شہت کر دیا تھا۔ ابھی فیصل تھوڑی دیر بعد ہی پروا کے پاس سے اٹھ کر گیا تھا تو اس کی اس حرکت نے راہیہ کے پورے وجود میں سکون کی لہریں دوڑا دی تھیں۔

حسین لور پارے دن لگا کر فیصل کا بندہ روم ڈیکوریٹ کر دیا تھا اور کال سے لاک کر کے چلائی اپنے پاس رکھی تھی۔ حسین لیمن کی آمد کے بعد ہی بندہ روم کھون چھٹا تھا۔ یہ نہیں ایسی کون سی خاص بات تھی جو وہ بھیا رہا تھا۔

فیصل کی کنزیرو کوٹے کو کمرے تکا نہیں۔ تب باہر اور حنین نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ پانی صاب پینچے ہٹ گئے کہ چنا ہوا قدم لیمن ہی اندر رکھے۔

اور پروا جیسی دروازے سے اندر ہوئی بہت کی طرف سے اس پہ پھولوں کی برسات شروع ہو گئی ساتھ ہی کلمہ و عظم کی مدح عزت توڑ بھی گونجنے لگی۔

بندہ روم تاجی خوب صورتی سے سجایا کہ سب نے ہی تعریف کی۔ راہیہ اور حنین سے لڑنے لگی۔

”اچھا بندہ روم تو تم نے اتنی خوب صورتی سے ڈیکوریٹ نہیں کر دیا تھا۔“ یہ لڑنے کا مواج نہیں تھا سو حنین غصہ و شوش ہو گئی۔ ویسے بھی راہیہ کے شہینہ میں کچھ عربی سے تبدیلی سی آئی تھی لیمن لانا تھا وہ لڑنے کے بجائے وجہ جوئی ہے۔ مگر حنین جلع جو قسم د بندہ تھا۔ چپ رہتا تھا۔

بندہ کراؤن کے ساتھ رکھا اور سرا کو کچھ اٹھا کر فیصل اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ بندہ روم میں آئے ساتھ ہی اس نے بولی جا رہا تھا اور اس میں سلام کیا تھا۔ اس توازن میں خوشی کی ایک محسوس کی جا سکتی تھی۔

”دیکھنے کی اجازت ہے؟“ وہ پروا کے ہنسنے مرکب دیکھتے ہوئے بولا اور پھر دوسری طرف سے کئی جواب ملنے سے پہلے ہی آٹھ اس کے چہرے سے ہٹا دیا۔ پروا کی چلیں ہوئے ہوئے لڑ رہی تھیں۔ فیصل نے بڑے غور سے اس کی چلوں کا کرنا کر دیکھ لیا اس

کی فلم زادہ بھنویں ستوں تاک، جی آکھیں اور امریں لب ایک ایک خوش اس نے غور سے دیکھا پروا کے دونوں ہاتھ گود میں دھرے تھے۔ فیصل کا ہڈی ہاتھ اس کی نازک ہڈی کی طرف پھرتا تھا۔ جیسے ہی ہڈی ہٹ کر ہونے لگی۔ دھڑکنوں کی رفتار خود ہی بڑھ گئی پروا کا ہاتھ ہاتھ رکھ رہا تھا۔

”صند کی ہمت خوب صورت لگتی ہے کمال تک ہے؟“ اس کی چوڑیوں سے جی ہڈی کو قریب کر کے غور سے دیکھتے آگے۔ جن تک چوٹی کے بازو تھے وہاں تک تو منہ دی گئی نظر آ رہی تھی۔

”تن کے دن کی اس میں بہت انتظار کر دیا ہے۔“ پروا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔

”کچھ تو کہو۔“ تن کا ان تارنی زندگی بکسب سے اہم دن سے میں تمہارے لیوں سے کچھ سنا چاہتا ہوں۔“ فیصل کی آنکھیں پروا کے نیم والیوں کو ایک ڈیجے کے لیے جھوٹکی تھیں۔

”بولو یا کچھ تو کہو۔“ شام وہ دکان سے کھینچی ہو آپ تو اساتقی جوئی یہیں؟“

پروا کے لب کچھ کہنے کی کوشش میں جیسے پتھر پڑا۔

فیصل کی پرجوش و لطف نگاہیں تن کی دلی محسوس ہو رہی تھیں۔ پروا سے بولائی نہیں گیا۔ شاموں میں شرکت کرنے والی میٹھوں مداحوں کے سامنے اپنا کلام پیش کرنے والی پرانہ سی پروا اس وقت اس کے سامنے نمودار ہو رہی تھی۔

فیصل کو ایک دم ہی اس پہ رحم سا آ گیا۔ اس نے سہیلہ فیمل کی دروازے روٹائی ڈانٹ ڈانٹا۔ جو سونے کی نازک اور خوب صورت چاکوں پہ مشتمل تھا۔

”یہ لیمن خوب صورت پاؤں کے لیے ہے۔“ جھکے ہوئے اس نے اناؤ لیمن سے پروا کو پاؤں دکھائے۔

”کئی لوگو سوئیٹ ہاٹ“ پروا کا ہاتھ اس کے لیوں پہ دھرنا تھا لہذا۔ لہذا سرکش ہو جا رہا تھا۔

”کچھ خیر آ رہی ہے سو جاؤ لیمن پہلے یہ کپڑے

پہن کر دیں گی۔“ بھاری ہنسنے کو سمیٹتے۔ دوسے بند سے اٹھنے کی کھی تھی کہ فیصل کے محبوبہ بازو اس نے اسے جکڑ لیا۔

”کون سی خیر کہیں کی خیر۔ کب سے میری خیروں کی دشمن بنی؟“ وہی تھی جس سے وہاں کا جھلا۔ ”فیصل گستاخیوں پہ لگا تھا۔ پروا کی تو سانس ہی گویا سینے میں ایک تھی تھی۔ اچانک اسے اپنی گردن کے پاس انگلی ملا رکھا محسوس ہوا۔

یہ بھرا سرکش منہ رات بھی اپنے ساتھ برتا چلا گیا۔

دوسرے کے بعد فیصل اور پروا دونوں ڈاکٹر انجم کی طرف آئے۔ وہ تھے۔

اقراء تھی پروا کو پلٹنے اس کے ہونے کا یقین کرنا رہا۔ پروا اس لڑکی سے کمرابندی لگ رہی تھی جو اپنی رخصتی کے دن بھابھان بھار رو رہی تھی۔ فیصل کی بھرپور محبت کے تمام اس کا چہرہ تک رہا تھا۔

دست این دونوں۔ وہاں رکن تھا۔ فیصل کافی دیر ڈاکٹر انجم اور اقراء سے باتیں کرتا رہا۔ راتیں بھی یہیں تھے البتہ پروا اور جیٹا لوٹس انجینئر جاکے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ شریک شکر تھے۔

فیصل کے سونے کا انتظام پروا کے بندہ روم میں تھا۔ اس نے بڑی دلچسپی سے لت ایک ایک چیز دکھائی۔ اسکول کالج کے زمانے کی تصویریں، بچپن کے بچوں کر کے کئے کھلنے اسکول کی بیچ کی طرف سے ملے تھے تعریفی سرٹیکٹس اور اسٹو اپنے ہاتھ کے بنائے گئے لینڈ ایکسپ سبب جن میں بہت شوق سے دکھائیں۔

بچوں جیسی ”صوبیت“ تھی اس سے اس کے چہرے پر اٹھل و تھل۔ ”فوتھا“ اس کے ہاتھ کو چھیرنے کی کوشش کر رہا تھا اور پروا روہیچے ہو جاتی۔

”ہری! واقعی تم مشرقی لڑکی ہو۔ میری ہنر کی نشانیوں کو کہیں تک چھپاؤ گی بولو جواب دو۔ تم کہیں

گھبرا جاتی: دوسرے ہمارے شدت سے۔ میں تم سے
 ایسے ہی ٹوٹ کر ہار کر رہی ہوں۔ وہاں میں ہی تم نے مجھے
 اپنا اسیر کر لیا ہے۔ بہت بے بسی ہو گیا ہوں۔ اب تو
 زندگی تمہارے بغیر بے معنی لگنے لگی ہے۔ میں نے
 گھوٹے پھرنے کے لیے پویش کی میٹ بک کر دلی
 ہے۔ اسی جلتے ہم جا رہے ہیں۔ میں چند دن سب سے
 دور اور تم سے قریب ہو کر گزارنا چاہتا ہوں میں نہیں
 چاہتا کہ کوئی اور ہمارے درمیان ہو۔ صرف میں اور تم
 ہوں۔ اور کوئی نہیں۔
 ”اتنا پیار کرتے ہیں آپ مجھ سے؟“
 ”تمہاری سوچی سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں۔ اتنا کہ تم
 اندانہ بھی نہیں کر سکتیں۔“ فیصل کا غلط لفظ چلی میں
 ڈوبا ہوا تھا۔

پروا بندہ اے کو دیکھتی رہ گئی۔
 پویش میں ایک بار گزار کر لوٹنے کے بعد وہ اپنی
 پویشی جوائن کر چکا تھا۔ وہ اب بھی گھر اور کینوس میں محو
 تھی۔ تراب انفل، ٹیلیم، اپنی، حسان بھائی، ڈور، سوار
 سب کا رویہ بہت اچھا تھا۔ بس راہیہ کی طرف سے وہ
 اکثر اڑھ جاتی۔ انٹر میں وہ غور کر جاتی۔ نتیجہ ہرے
 پہلے ہوتی۔ جن کی وجہ سے پروا کے پاس نہیں تھی۔
 ایک بابا کستان سے باہر رہنے کے دوران وہ اپنی پہ
 پروا کے پاس۔ شامیوں کے بہت سے دعوت نامے بھیج
 دو چکے تھے۔ وہ مہمانی سے ملنے کی تہہ پہلا کہ ایک
 فی وی پروا ہو سرنے بھی اس کی غیر معمولی میں رابطہ کیا
 تھا۔ فی نسل کے تمام خدمت اہلین حواء کے بارے میں
 وہ ایک پروگرام کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں وہ پروا کو
 بھی اپنے پروگرام میں بند ہو کر بھاڑ رہے تھے۔ اس کے
 علاوہ راولپنڈی آؤٹس کو نسل میں ایک مشاہدہ ہو رہا
 تھا۔ اس میں خاص طور پر پروا اور نگی کو بھی شرکت کی
 دعوت دی گئی تھی۔ فی نسل میں اس کی مقبولیت کا
 کرافٹ ”تم سے“ کی اشاعت کے بعد تیزی سے بڑھ
 رہا تھا۔ مرنان بھائی نے اس سے کہا تھا کہ اپنی دنیا
 بہت بڑے سمندر کی مانند ہے اگر تم نے اپنی مشغول
 شناخت پر قرار دیکھی ہے اور زیادہ عرصے تک۔ لوہی

دعا میں زندہ رہتا ہے تو روایات کی پیروی مت کرو۔
 یا بھلے روٹی اپناؤ۔ لوگوں کے دہلی میں گھر کرو۔ پروا
 نے ان کی نصیحت کو دل و جان سے مان لیا تھا۔ یہی وجہ
 تھی اس کا وہ سرا مجموعہ کام نئی روایات اور نئے
 رجحانات کا احساس تھا۔

اقرار، پیکر، کوک، رہا تو جیسے پروا ان سے صبر و بردبار
 ملی ہے۔ حالانکہ صرف ایک ہائی کی ہی تو رہی تھی لیکن
 ان کی پاسی صحت کو اسے دیکھ کر سیراب ہو رہی تھی۔
 پروا کی شہری کے بعد انہیں اپنی تمام تر احساس
 شدت سے ہونے لگا تھا۔

رات کھانے کے بعد وہ بڑے سکون سے مہما کے
 پاس لیٹ جاتی تھی۔ وہ فیصل نے اس کے
 مہمانی پہ کئی کر کے بتایا کہ وہ اسے لے کر آ رہا ہے۔ پروا
 نے اس طرح پر محسوس کیا کہ مہما کا گھر دیر قبل پہلے
 چہ ہمارے ساتھ ہو گیا ہے۔ اگرچہ بہت جلد ہی انہیں
 نے خود کو سنبھال لیا۔ مہما پروا نے جیسے ان کا دیکھتا ہے۔
 تھا۔

وہ وہاں سے فیلن کر کے منع کرنا چاہتی تھی کہ
 اسے نہ بیٹے قے نہ بیٹے میں رہنے کی سمر اقرار نے
 نرمی سے منع کر دیا۔

”اب تم اس گھر کی ہو تمہاری عزت، عبادت، امن
 سب تمہارے شوہر کے ہم سے۔ تم سے گھر سے
 ہے۔ تم قدر کرو اس کی اور رات رات لے کر رہو۔“
 آج بابت۔

پروا انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ فیصل تو اس کا بھی چاہ رہا تھا
 کہ کچھ دن مہمانی کے پاس رہ کر لوہی بھر کر چھوڑیں
 پوری کرے کوئی مضرب کرنے والا نہ ہو حتیٰ کہ فیصل
 بھی سمجھیں۔ وہ تو شہری کے بعد بے فکر رہی خیر کو
 ترس گئی تھی۔

پروا کو کچھ چپ چپ سی تھی۔
 ”میرا بہت مل تھا مہما کے پاس رہنے کو مگر آپ لینے
 آئے تو مجھے تیار نہ تھا۔“ شہری کے بعد میں صرف ایک

رات اپنے مہمانی کے پاس رہی ہیں۔ ”پروا کے لیے
 میں نکلی ہی تھی۔“
 ”تم رات مہمانی کے پاس رہ کر جاتی تو میں ماری
 رات نہ سو پاتا۔ تم میری زندگی کا حصہ بن گئی ہو میں
 نہیں رو سکتا کہ تم سے ایک رات بھی اور آئندہ ضد
 نہ کرنا۔“ اس کے انداز میں کیفیت تھی پروا اسے
 دیکھ کر رہ گئی۔

گھر واپسی پر پروا عظیم آئی کے پاس بیٹھ گئی وہ مہما کی
 طبیعت کا پوچھ رہی تھی۔ جن کی طبیعت ان دنوں
 مسلسل خراب ہو رہی تھی۔
 ”اکٹوٹی لڑاؤ ہو نا تو تمہارا فرض بنتا ہے۔ میں کی دیکھ
 بھل کرنا۔“ مہما کی بات پر پروا نے سر ہٹا لیا۔
 لی وی لاؤنگ سے گزرتے فیصل پہ اس نے خفا خفا
 نظر پائی تھی۔

وہ فوری ہو کر چنچ کر دیکھا تھا۔ ایک گھر کی فی شہرت
 اور فراڈ میں اس کا راز فہم کرتی رہا یہاں نماز تھا۔
 یہ آگے پروا کے پاس بیٹھ گیا۔ یہ محسوس تھا کہ میں
 تھوڑا سا بے چارہ ہوں۔ اقرار کے بارے میں کافی دیر بات
 ہوتی رہی۔ پھر ٹیلیفون مہما نے چلی گئی۔ فیصل بھی الجھ
 گیا۔ پروا بے مقصد ہوا ان کے چکر کا تھی رہی اور لائی
 وہ بعد پڑھ رہی تھی۔ وہ فیصل کے سہارے خیمہ دراز
 فی وی دیکھ رہا تھا۔ پروا نے اس کے پاس پروا دھرا کر
 اٹھایا اور قدر سے سلیپ پر رکھ کر لٹ گئی۔

”پر ہی! کیا بات ہے“ خفا ہو لوہی نے اس کے بعد
 ایک بار بھی بیٹھ سے بات نہیں کی ہے۔ ”وہ اس پر
 بھل گیا۔“

”مجھے خیر آ رہی ہے۔“ وہ اس کے بارے میں کہہ رہی تھی۔
 پھر وہ اپنی نوٹیشن پر لیت گئی۔

”کلی مجھے ایک بچے کے بعد آفس جانا ہے۔“
 ”تو میں کیا کر رہی ایک بچے کے بعد جانا ہے تو۔“
 ”تو نہیں اچھا طرح سے پر ہی؟“
 ”پلیز مجھے سولے ویں اور پلیز لائٹ آف کر دیں۔“

اس نے بے پروائی سے کہتے ہوئے گروٹھ دیا۔
 ”لوگ کے سوجھ بوجھ اور۔“ میں تمہیں ڈسٹرب
 نہیں کریں گا۔“ فیصل پیچھے لائٹ آف کر کے لی وی
 بھی بند کر دیا۔
 خیر پروا کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کی
 طرف سے سرخ موڑت مولے سے تھے ہی آنسو
 پہ تراز طریت سے ٹپکوں کا بندہ توڑ کر تکیے میں جذب
 ہوئے تھے۔ فلی اور پھر گھر چلی گئی۔ اس نے اندھیرے
 میں ہی ہاتھ پھیر کر فیصل پر بڑا سوال اٹھا کر ٹائم
 دیکھا۔ شین بچنے والے تھے۔ فیصل کی اس کی طرف
 پہنچ تھی اور وہ سو رہا تھا۔ وہ بند سے اترتی اور خیر
 تحسین کر فیصل کی طرف چلی گئی۔ فیصل نے پ کی
 روشنی پر ہی دھیمی اور وہاں پر رہی تھی۔

اس نے سلیپنگ ٹیبل سے اپنی ڈائری اور شین اٹھایا۔
 کچھ دیر سوچتی رہی اور پھر لکھنا شروع کر دیا۔ اس عمل
 کے بعد وہ شانت تھی۔ لکھنے کے بعد اس نے لائٹ بند
 کر دی اور پہلے کی طرح اپنی جگہ پر آکر لیٹ گئی۔ خیر
 نے جلد ہی بائیں گوشہ پر سر رکھ کر کے سنے لگا لیا۔

پروا سمجھ رہی تھی کہ وہ مہما ہوا ہے۔
 پروا ایک کتے کے لیے بھی نہیں سوچا تھا۔
 اس کے سونے کے بعد فیصل نے اس کی ڈائری
 اٹھائی اور میان میں پین پڑا تھا۔ اس نے کھلی۔ بہت
 ہی خوب صورت پینڈ رائٹنگ میں وہ لکھتے لکھتے چھوڑ
 گئی تھی۔

سب سے اوپر عنوان لکھا تھا: تلیف انٹرن۔
 وہ عنوان کے نیچے لکھی گئی تھیں: ہفت روزہ
 چار سو رات کا سا کا پتہ: ہوا ہے
 پانچ سو سو سے اور پتہ: ہوا ہے
 گھر گھر ہی کھلے کھلی
 تن میں کو جھلکاتی
 تیری آنکھیں تیری باتیں
 وہ رو کر میرے من سے اٹھتی ہیں
 میری سوچوں سے ترلی ہیں
 تیرے پیار کی پانہ دہاں میں

تیرے پیار کی باتوں میں
پھر بھی جاتے ہیں
نہیں تھے قرار نہیں

اس نے پہلی سے ڈھیری بند کر دی۔ مڑ کر محو
خواب پروا کی طرف دیکھا مگر بجائے سونے کے بندہ
نارواں کھول کر باہر نکلا۔ جا پیر سے اپنی ہر بات
شیر کر رہا تھا اس وقت اس کے دل پہ بے شمار جوہر تھے
مگر یہ بات وہ اس سے بھی چھپانا چاہتا تھا۔ رات کے
آخر میں ہر وہ سہارا اپنے بندہ دم میں نہیں بلکہ فی دی
لاؤں گے۔

پروا کیسے ہاں سلجھا دی تھی۔ فیصل تن گھر پہنچا تھا۔

دوسرے کے بعد ہی اسے وہی پہنچا تھا۔ لب و
کہوں کی ہر جگہ چڑیاں ہیں رہی تھیں جب وہ اندر
آیا۔

”یہ وہ! اپنے کپڑے اور ضروری چیزیں رکھ لو میں
جاتے ہوئے تمہیں انکلی کی طرف ڈراپ کر دوں گا۔
کچھ دن روٹک۔ ویسے بھی آئی تمہیں بہت مس کرتی
ہیں۔“ وہ دوڑ دھبے سے پھڑکنے لگا کہ ہاتھ روک میں
بند ہو گیا۔

مارے خوشی کے وہ اسی وقت اپنے کپڑے رکھنے
گئی۔ اس کے لیے یہ تصویر ہی ملتی تھی کہ وہ مہر کی
طرف رہنے جا رہی ہے۔ یوں ملک رہا تھا جیسے اسے
طویل قید کے بعد رہائی کا پروانہ سٹایا گیا ہے۔

پروا سب سے پہلے نما کو فون کر کے اپنے آنے کے
بارے میں بتانے لگی۔

”مما جان! میں تو ترس گئی ہوں اپنے کمرے کے لیے۔
اب تو یاد بھی نہیں ہے کہ میں آخری بار کب وہاں
سہی تھی۔ خوب ڈھیر ساری باتیں کہوں گی اور پھر
رات تو نکھوں گی۔“ وہ بولتی چلی گئی۔ فیصل نما کی ہر آ
کیا تھا اور اس کی تمام باتیں بھی سن چکا تھا۔ اسے کچھ
دن پہلے کی بات یاد آئی۔

وہ اور پروا کیسے لپٹے ہوئے تھے۔ روزانہ کی طرح
پروا کا سر اس کے پاس میں بازو کے اوپر تھا۔ وہ باتیں کر رہا
تھا مگر پروا کا دھیان کہیں باہر تھا وہ کتے کیوں نہ اترتا پروا
نے اسے پیچھے ہٹا دیا۔

”فیصل! چھوڑیں مجھے کچھ لکھنا ہے اگر نہ لکھا تو
بھول جائے گا۔“ اس کی پڑھنی قوت کا حصار تو ڈھیر
اس کے پاس سے اٹھ گیا۔

اس وقت فیصل نے اس بات کو اہمیت نہیں دی
تھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھالیا تھا۔

”پر ی! امیر سے پاس بیٹھ کر لکھو نا بھی میں ڈمٹرب
نہیں کہوں گا۔“ اس وقت وہ شرافت کے جاسے میں
تھا کھڑا رہتا ہی تھی۔

ڈھیری اور چین اس کے ہاتھ میں تھا اور اس نے
فیصل کے کندھے سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ فیصل کا
ایک ہاتھ اس کے گرد تھا کہ فیصل دیکھتا تھا اسے بے خبر
یہ تو کوئی اور ہی پروا تھی۔ اس کی فسیوں خیر قوت سے
بے نیاز تھتے ہیں مگر اس میں اتنی بارہ شرارتوں پہ اتر
گراں پہ اثر نہیں ہوا۔ تنک اگر وہ اس سے دور بیٹھ
گیا۔ جب وہ لگے کہ وہ اس سے بھی بے شکور ہو چکا تھا۔
فیصل نے بھی ہاں پر ناہر نہیں دے دیا۔ اس کی
کی ساری باتیں سن چکا ہے۔

”میں گاڑی نکلتا ہوں آہا۔“ باہل میں ہر ش
پھر کر باہر آگئی۔

پروا غمگین تھی اور راجیلہ سے مل کر گاڑی میں بیٹھ
گئی۔

اس کی خیر تمہارا خوشی کن دنوں نے بھی محسوس
کی تھی۔

پروا کو گیت پہ آواز کر رہا گاڑی والوں۔ وہ ڈر رہا تھا۔
جب وہ تیز تیز موب سے چلتی اس کے پاس آئی۔

”آپ اندر نہیں آئیں گے؟“ وہ گھٹنے بیٹھے بازو
رکھ کر اس کی طرف جھٹک کر غلٹی پروا نے میز پر رکھ کر
بہت خوب صورت سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے گلے پہ

سوٹ کے ہم رنگ ہونے پر اسے جن گئے تھے اس
نے ایک دم نکال چرائی۔

”تمہیں نہیں پتا ہو رہا ہوں پھر کبھی سی۔“
”آپ رات کو آئیں گے تو نہیں نا؟“ وہ تصدیق
چاہتی تھی۔

”نہیں۔ میں نہیں جوں گا۔ تم تیرا سے آئی کے
پاس رو۔ جب آنے کا ہو ہوا مجھے فون کرو۔“ وہ
اندھ دلی تھش کش پہ ہو کر نکلا۔ بارش انداز میں بولا۔
”اگر تمہیں کوئی سوچے۔“ پھر آکر کھینچا۔ ”وہ خوشی کے
مارے اپنے قوی ہو رہی تھی۔ اس نے کھلتے ہوئے
دور تیل بھائی تھی۔“

”یہ شاعر نے لیب یہ تصویر کتنے وقتے ہوتے
ہیں۔ سادہ سے کچھ گندہ سے کچھ گندہ دیکھا کو پیار
و محبت اس کا دس دینے والے اور خود اندر سے
ٹانگہ ہذبات کی قدر نہ کر سکا۔“ پروا اپنی نسل کی
نما ہندو شاعروں سے جس کے بارے میں سب کہتے ہیں
کہ جو لوگوں کے دل میں ہوتا ہے وہ نظم سے بیان
کر دیتی ہے۔ خود کو محبت کا سفیر کہتی ہے اور اندر سے
اسے اپنے سب سے قریبی رشتے سے ہر وقت کا
احساس تک نہیں ہے۔ لوگ بہت حساسیت کی پوری
کہتے ہیں اور یہ حساس لوگ خوب سے وابستہ لوگوں کے
بارے میں کہتے ہیں کہ تمہاریوں ہو جاتے ہیں۔ کاش یہ
لوگ جو کچھ لکھتے ہیں خود بھی اس کا پاس اور خیال کر لیا
کر لیں۔“

اس نے اپنے تھکاوٹ میں خیریت میں گھر آ رہا۔

رات سونے سے پہلے تک بھی پروا کو یقین نہیں تھا
کہ وہ اسے لینے نہیں آئے گا۔ رات قطرہ قطرہ گزرتی
چلی گئی۔ اورد یہ شاعری کے بعد پہلی رات تھی جو اس
نے فیصل سے دور ہو کر گزار دی تھی۔ صبح پر تنک
سوئی رہی۔ اقراب نے بھی نہیں اٹھایا۔ دس بجے کے
قریب وہ خود ہی اٹھی تو اس نے اپنے ہاتھوں سے پروا
کے لیے ناشتا بنایا۔ سرویس میں وہ اٹھا پر اٹھا بیوی



رغبت سے کھاتی تھی۔ سو وہ سہ کی مناسبت سے اس
کی پسند کا مشق تھا۔ اس نے بڑے شوق سے پورا پورا
شکم کھل دیا۔ دوسرے کھانے میں کچھ کا حلوہ پلوہ خاص
اقراب نے اس کے لیے بنایا۔ تن کا کٹر انجم بھی جلدی
لوٹ آئے۔

پروا کے لیے تو یہ دن بیوی خوشی کا تھا۔ فیصل تن
بھی نہیں کیا تھا۔ سو وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ شادی
سے پہلے والی زندگی جیسے لطف آ رہا تھا۔ وہی روز و شب
لوٹ آئے تھے۔ اس دوران اس نے ایک نئی
مشاعرے میں بھی شرکت کی تھی۔ مشاعرے کی یہ
مظفل پروا کے ایک پرستار نے سنا لی تھی اس
مشاعرے میں اس جیسے فن کے لور قہر دان بھی موجود
تھے۔ انہی میں میں صدر بھی تھے۔ اکثر مشاعروں میں
درو پروا کو دیکھ اور سن چکا تھا۔ پروا ان کی شاعری اور
خوب صورتی کا درجہ سے محض تھا۔ مشاعرے کے
بعد کھانے پینے کا بھی انتظام تھا۔ اس دوران وہ قہر
جہاں صدر بھی پروا کے قریب پہنچا تھا۔ پروا سے اس کی
شاعری کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ مہم جویت
ایسے تھے کہ ان کا ہر وہ بھی لکھنے پہ مجبور تھی۔

”نارنگ تپ کو پرانہ لگے تو بھی لکھیں۔“ اس سے بات
کر لیا کہوں؟“ وہ بیوی کو دیکھ کر اسے دیکھ رہا تھا اور
ماٹھے آئے ہاتھوں کو پیچھے لہری تھی۔

”نیکل نہیں اٹھ رہا ہے۔“

”تو پھر اپنا کوئی کٹنگ کٹنگ نمبر بھیجے۔“ وہ اچانک بولا
تو پروا خاموش رہی ہوئی۔

”دیکھ۔“ یہ میرا نمبر۔“ اس نے کچھ سوچ کر اپنا
نمبر بدل دیا۔

ماہرین مگر کہتے تھے۔ فیصل نے ایک بار بھی رابطہ
نہیں کیا تھا۔ پروا نے خود ہی اسے فون کیا تو نمبر بدلی
تھا۔ اس کے بعد اس نے سسرالی کا نمبر لایا۔ فون
ملازم نے ریسپونڈ کیا۔ تراب انکل لور نیلمر آئی گزریں
گئے ہوئے تھے۔ راجہ اپنے بندہ دم میں تھی۔ سو گھر

کے کسی فرد سے جس کی بات نہیں ہو سکتی۔
 وہ تو ان بند کر کے بیٹھی ہی تھی کہ فیصل نے اسے
 نکلی بیٹھیں۔
 "خیریت ہے۔ آپ نمیک تو ہیں؟" سلام کے
 خود اجماع دے کر پوچھا۔
 "میں بالکل ٹھیک ہوں، تم منہ خوب انجوائے
 کر رہی ہو؟"
 "ہاں۔ بس۔ لیکن آپ اتنے دن سے کہاں
 ہیں؟"
 "اس وقت تو انیس ہیں ہوں۔ تین تین دن اور دیگر
 انیس دن کے ساتھ۔ مختلف سبب۔" وہ ہلن انڈاز میں
 کھڑے رہا۔
 "آپ نے تو کوئی نفل اور مسیح تک نہیں کی چار
 دن میں۔" "ہاں چاہتے ہوئے بھی اس نے شکوہ کر ڈالا۔
 "تو تو میری وہ خاصوش رہا جسے کوئی سوچ رہا ہو۔"
 "ہاں میں بہت بڑی تھا۔ دوسرے میں نے سوچا کہ
 تمہیں ڈسٹرب نہ کروں۔ آرام سے رہو۔" چوا کے
 با اثرات قیامت ہو گئے۔
 "تجربہ کیسے کیا؟"
 "بہت گولی۔ لیکن میرا دل ہے کہ یہ ان لوگوں
 ہوتا۔ ہفتہ دس دن اور میں بھی تین دن بہت بڑی
 ہوں۔ آئے جانے کا کوئی تاخیر نہیں۔ ان چار دنوں میں
 کسی دن بھی پر اپر دست نہیں کیا ہے۔ میرا اسٹینٹ
 بھی نہیں تھا۔ تب۔" وہ بھٹی میں تھا اس لیے فون
 بند کر دیا تھا۔
 وہ خالی خالی کچھوں سے ہاتھ میں توالت سس فون کو
 دیکھنے لگی۔
 رات اسے غنڈ بھی ٹھیک طرح سے نہیں آ سکی۔
 نہ تو پتہ چلے کہ کئی دن پہلے پر آئے وہ ساتھ
 تھی۔ فون دیر کر دیکھیں بدلتے کے بعد خیر مہربان ہوئی
 تھی۔

کے خفا تب میں بھاگ رہے تھے۔ موسم بہت
 روہن شک: دور با قبل اس کی طبیعت میں دن سے وہ
 غصہ ہی ہے زامی رہی ہوئی تھی۔ ایک دم بھاگ
 نکلی۔ رطلاب بھی نہ گتے اور جہتی تھی۔ ان کے اپنے
 کمر میں کھلے۔ اس کے ہونے والے ماس اسر
 آئے ہوئے تھے۔ سو وہ صبح ہی اس کی طرف آئی۔
 تھی باتیں تھیں۔ سکیاس پروا کو تانے کیلے۔
 موسم میں ایک دم پر سٹیل کی خوب صورتی نے
 اسے پڑ پڑا کر لیا تھا۔ کچن کی طرف تھی تو رطلاب
 پکڑنے ل رہی تھی اور ممان کے پاس بیٹھی باتیں
 کر رہی تھیں۔
 پکڑنے دن کے تو پر دے پانی بھی پینے۔ رطلاب
 نے چائے کچھ دیر سے پانی پینا تھا۔ بارش کی بجلی بھی
 پھوٹا رہا۔ شرمیل: ہوئی تھی۔ پر وہ سب کچھ اٹھا کر ان
 میں لے گئی۔ لیکن کی کرسیوں پہ بیٹھ کر مہربان تھے
 اندر میں نے چائے کے ساتھ پکڑنے کے ساتھ ہاتھ تیز
 ہوئی تھی۔ رطلاب بھی تو زامی دیر بعد اپنے خیر ملی تھی۔
 پروا کیلی رہی۔ کراسلے ہی رطلاب کی طرف تھیں۔ اتنے
 خوب صورت بیٹھ کر کچھ موسم تھا کہ اس کے خیالات کی
 وہ خلی کی طرف بٹنے لگی۔ پروا کی شادی کے بعد یہ
 خلی بارش میں گزر رہا اس لیے تو موسم کی شرمیل سے
 دیر لگی تھی۔
 "تجربہ کیا؟" وہ گھر پر رہتے ہوئے کے؟ وہ مسلسل اس
 کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔ سات دن ہو چکے
 تھے اسے کیسے آئے ہوئے اور تیسری رات سے اسے
 تیندی نہیں آتی تھی۔ کسی کی کا احساں ہو تا تھا۔
 ابھی اس نے اپنے دل کے اندر بھاگ کر دیکھا تو اس
 کی کا احساں یقین میں بدل گیا۔
 فیصل کی یاد اس موسم میں پینی طرح حملہ آور ہوئی
 تھی۔ اس نے اپنا میل فون اٹھا کر دیکھا کہ فیصل نے
 بس دم دم بہتے موسم کے جوالے سے اسے کوئی
 پیغام بھیجا ہو گا۔ وہ کچھ گراستے ہوئی ہو کر فہم بھی
 کیا۔ ممان رطلاب کے گھر سے واپس آئیں تو اس نے
 جانے کی تیاری مکمل کر لی تھی اور پہلا فون بھی کر دیا تھا



کہ گتے گھر واپس کر دیں۔ اپنی گاڑی وہ شادی سے
 پہلے ہی چھٹی تھی اور شادی کے بعد جب بھی کہیں
 جاتا ہوتا گھر راجہ رچھوڑ آتا یا اگر فیصل فری ہو تو وہ پاس
 کے ساتھ ہی آتی جاتی۔
 ملا اسے تو اس نے ممان کو بلت میں خدا مانتے کہا اور
 تقریباً بھائی ہوئی ٹیٹ سے باہر کھڑی گاڑی میں جا
 بیٹھی۔
 اس کے اصرار کرنے کے دن وہ پہلا نہیں دے کے اور
 اسے ڈر لے کر کھولیں ہو لیے کیٹ سے برآمدے
 تک پہنچنے میں پروا کیے کپڑے بھیک چکے تھے ہاتھ
 کی پوچھا: خاصی تیز تھی۔ سینک دم میں سب بیٹھے
 جس بول رہے تھے۔ پروا نے مسکراتے ہوئے سلام
 کیا۔ ٹیلم نے اسے گلے لگا کر اقرار اور انجم کی خیریت
 دریافت کی۔ قراب بھی پاس بیٹھے تھے انہوں نے اس
 کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
 "یہاں تمہاری کئی بہت محسوس ہو رہی تھی۔ ٹیلم
 فیصل سے کہنے لگی تھی کہ باہر پرانے کو لے کر۔ لیکن
 میں نے منع کر دیا کہ اتنے عرصے بعد کئی ہے اپنے
 والدین کی خراب تو سکون سے کچھ دن گزارنے کا
 اسے۔
 قراب انکس کے اندر میں بالکل اپنا جیسا اپنی حیات
 جیسا زندگی ہو گئی۔
 "راہیہ اور ممان نظر نہیں کرتے ہیں۔" اس نے
 فوہر لوہر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔
 "راہیہ اپنے بیٹہ دم میں ہے اور ممان اپنے بزنس
 کے سلسلے میں گرا تے کیا ہوا ہے۔" پھر انہوں نے اس
 کی نگاہوں کی بے قراری بھٹی۔
 "فیصل کن کل لیٹ آ رہا ہے۔ وہ دن سلسلے رات
 کو گھر ہی نہیں آتا تھا۔ کتنا کتنا کہ ممان کی طرح تم
 بھی بزنس سنبھالو گھر اس نے ایک نہیں سنی۔ ہر وقت
 مل کر گھر کا گھر رہتا ہے۔" ٹیلم ممان کے احوال عجور
 ایک دم ہی عورت لگ رہی تھیں۔ پروا بھی پریشان

ہو گئی لیکن خود کو سنبھال کر انہیں سنی دیکھ۔
 "آئی! اللہ! اپنے حقہ و امان میں رکھے انہیں۔
 آپ دعا کیا کریں۔"
 "مجھے سچی پوچھ تو فیصل کی طرف سے کئی پریشان
 نہیں ہے۔ کیونکہ تم ہمیں ہاشور اور محبت کرنے والی
 حساس شریک حیات اس کے پاس ہے۔ لیکن راہیہ کی
 طرف سے میں بہت پریشان ہوں۔"
 "کیوں کیا ہوا ہے آئی؟" ان کے انداز کے
 غیر معمولی بننے سے وہ خٹک گئی۔
 "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ راہیہ کو کیا ہوا ہے۔
 شادی کے شروع دنوں سے وہ بہت خوش رہی لیکن
 فیصل اور تمہاری شادی ہوتے ہی بانگن بدل گئی۔
 بے غیاہ باتوں کو جو ازہر و زکریا کے ہمنام ہو جاتی ہے۔
 اب تو ممان بھی تنگ آ رہا ہے۔ ہر وقت بیٹہ دم میں
 محسوس رہتی ہے۔ یہ کسی سے زیادہ ہوتی ہے نہ کچھ۔"
 "تجربہ کیا؟" ٹیلم نے راہیہ کے بارے میں سب لے لے
 سٹیلی کی تھی۔ محسوس تو پورا بھی کر رہی تھی۔ لیکن
 کسی سے پوچھا اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔
 "مگر آپ کی اجازت ہو تو میں راہیہ سے بات
 کر لوں۔" اس نے پوچھا تے ہوئے پوچھا تو ٹیلم نے
 خود "منع کروا۔"
 "نہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ لہذا جان مئی: دولی
 ہیں میرا کی طرف؟" انہیں کی تو سوچا جائے گا کہ یہ تنگ
 میں نہیں چاہتی راہیہ تمہارے ساتھ کوئی بد تمیزی
 کرے۔ میں ہر داشت نہیں کر سکتی۔"
 "ارے نہیں آئی! ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ آپ
 خواہو اور پریشان ہو رہی ہیں۔ میں اور راہیہ دلاست بھی
 تو ہیں۔"
 "تم گھر نہ کرنا سب ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں
 نے ہمارے اس کے بدلے کو۔ سلام۔
 "آئی! میں اپنے بدلے کر رہا ہوں۔ میں بھی کی طرف
 سے ہو آؤں۔ کافی دن سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔"
 وہ ابھی تک شرمیل کو بھیجی ہوئی تھی۔ سٹوکی سے
 شروع میں دوستی ہوئی تھی وہ بھی بھیجی ہوئی تھی۔

وہاں پہنچ کر کسی چھوٹے خانہ میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک خوش بو گھونٹ رہی تھی۔ اس گھر کے کچنوں کو اپنی سبھی سہیلیاں بھی بلانے والی تھیں۔ ان کی بیٹی ہونے کے بل بوتہ پر وہاں والا سلوک کرتی تھی۔

"ہاں ضرور جاؤ، اب بھی کل تھی تو پوچھ رہی تھی تمہارے پاس کے پس خوش خنہ ہے تمہارے لیے۔" "کون سی خوش خنہ؟" "وہ بے نیلی سے بولی تو نیم نے محبت پاش بچھوں سے اسے دیتے ہوئے خوش خنہ بھی سنا۔" شادی کے چھ ماہ بعد دہر شوار پھٹی بارش سے بھری تھی۔

پورا کپڑے بدل کر وہی وقت دہر شوار کی طرف آئی۔ وہ بہت محبت سے غی پرانے مبارک بادی تو دہر شوار کو سلوکی کا شکریہ ادا کیا۔

"سلوکی کا فون آیا تھا پوچھ رہی تھی کہ تم آتی ست کیوں ہوئی ہو۔" "میں آتی ہوں اس سے بات کروں گی میں من دون بہت بڑی ہوں، رزلٹ بھی تم نے دیا ہے اور لعل دی پروگرامز کی بڑکار ڈانک کے لیے بھی جانا ہے۔" اس نے معمولات کی تفصیل بتائی تو دہر شوار نے اسے رشتہ سے دیکھا۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں جو تم جیسی بھابی ملی ہے۔ چلے جاتی ہوں لوگ تمہارا حوصلہ دیتے ہیں۔ سنے لوگ نہیں اپنے آپکے کا چاند نہ چاہتے ہوں گے، لیکن یہ لعل بھابی کی گڈ لک ہے کہ پروا نہ لگی چٹی یہ چاند من کے آگے میں اترا۔" دہر شوار کے لیے میں روایتی نہ ہوں، ان کو کی جلاپا نہیں، بلکہ صرف اس کی محبت بولی رہی تھی۔ وہ اندر تک سرشار ہو گئی تھی۔

لعل ابھی تک نہیں آیا تھا۔ پروا جاتی تو فون کر کے اسے اپنی تہ کا بتا سکتی تھی۔ لیکن وہ اسے سربراہ نہ دیتا جانتی تھی کہ اچانک اسے سامنے پا کر وہ

بہت خوش ہوئے۔ اس کی بے باکیوں اور شہر میں فاشور کر کے وہ خود سے بھی شرماتی تھی۔ اس نے وارڈ روم سے میروں نظر کاٹ کر صورت ساموٹ نکالا۔ یہ فکر اسے بہت پسند تھا۔ اس نے اسٹ سائیک لپ کیا اور دروازہ کھلے چھوڑ دیے۔ رفت کے وقت فیصل بھی اس سے بل پڑھنے نہیں دیتا تھا۔ اگر بندھے ہوتے تو وہ خود اس کا کچھ جوتا دیتا تھا۔

"آپ کو تو پولیس ڈپارٹمنٹ کے بجائے کہیں اور ہونا چاہیے تھا۔" اس کی حد درجہ چاہت سے وہ بھی کبھی خائف ہو جاتی تھی۔ "پری ریسرچ میں نہیں تھی یہ محبت صرف تمہارے ساتھ مخصوص ہے۔" وہ اپنے ڈپارٹمنٹ میں بہت سخت مشہور ہوئی۔ تم شکر کیا کرو اس بات پر کہ میں گھر میں پولیس آفسروں کا سلوک نہیں کرتی۔ ان شرارت سے کھٹک پڑتے تھے۔ پروا کے لیون پہ منکراہٹ آگئی۔ مندی اس نے کل ہی رتبہ سے لگوائی تھی۔ ابھی اپنے لوہر ڈھیر مارا پر قوم اسے کرنے کے بعد اس نے کمرے کو بھی آئیر فریشر سے مرچا دیا۔

اب اسے شدت سے فیصل کا انتظار تھا۔ پورے ایک ہفتے بعد اسے دیکھنے اور ملنے کا تصور ہی کتنا بچپن تھا۔ فیصل اس بندہ کی دیر میں سب محسوسات کو اتنا بڑھا دیا تھا۔ اس کا انتظار کرتے کرتے جانے کب پروا کی آنکھ کھلی اسے خبر نہیں ہوئی۔

فیصل کی آمد پر چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ وہ بج گئے تھے۔ چوکیدار خود بھی اونگھ رہا تھا۔ بکلی بدوش لب بھی جاری تھی۔ اس نے بیہ دم کلورڈان بھولا تو اندر زبرد پاور کا باب چل رہا تھا اور پورا محو خواب تھی۔ اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔ وہ بیڈ کے قریب کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ پروا کے کھلے دروازے اس کے دونوں سائیڈ پہ بکھرے ہوئے تھے اور توجہ چاہیہ تھا۔ وہاں تھا ایک چھلکے کے لیے اس کا بی چلا کہ اس کے بکھرے بالوں کو اس کے چہرے سے بنا دے۔ مگر وہ اس نے سمجھا

وہ چنچ کر کے اس کے قریب لپکا تو پروا نے اس کی طرف کوشش کی۔ وہ کھڑا رہا۔ ہو گیا۔ پروا کی حیات اس کے محلے میں بہت تیز تھیں۔ اس کی آنکھ خود بخود ہی کلکتی تھی۔

"آپ کب آئے ہیں؟" اس کا سینہ میں ڈوبنا بہت کچھ ہی دیر میں بیدار ہو گیا۔ "خود منٹ پہلے۔" اس کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔ "گوریلر سوچو۔" اس نے کوشش کی۔ "آپ سنا دیں نا؟" "مجھے خود خند آ رہی ہے سوچو۔" پروا اس کے قریب آئی۔

"میں نے اپنی جگہ سنا ہے۔" اس وقت وہ بہت خند رہی تھی۔ پروا نے اس کے سینے میں منہ چھپا دیا اور دوسرا ہاتھ اس کے اوپر رکھ دیا تھا۔ "فیصل! میں نے آپ کو بہت مس کیا رات کو بہت دیر سے سوئی تھی۔" "کیوں؟"

"آپ جو میرے پاس نہیں تھے اس لیے۔" پروا نے اپنے ساتھ لائبریری سے سرشار کر ڈالا۔ ہر اس کا جو فون اس نے چڑھا دیا تھا بہت آہستہ آہستہ ٹوٹنے کے قریب تھا۔ "خیر تو تمہیں اب بھی نہیں آئے گی۔" "کیوں؟ اب کیوں نہیں آئے گی؟"

"اب میں جو پاس ہوں سو سنے ہوں۔ اتنی آسانی سے پروا نے منکراہٹ ہوئے نظریں چرائیں۔

پروا کا رزلٹ آؤٹ ہو چکا تھا۔ پیش کی طرف اس بار بھی پاس نہ اپنی سابقہ پوزیشن پر قرار رکھی تھی۔ اپنے قرار منٹ میں اس نے سیکشن پوزیشن لی تھی۔ راجیہ بیکسل پاس ہوئی تھی۔

نیم اور تراب نگاری کے سب جاننے والے پروا

کے حوالے سے انہیں مبارک باد دے رہے تھے۔ اور اس کے میکے سے بھی اقرار اور انجم آئے ہوئے تھے۔ سلوکی نے فون کر کے اس کی کامیابی کی خوشی کو دلا کر دیا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت اسے محل صدر کی کے فون کرنے سے ہوئی۔ اس نے بیڈے خلو ص سے اسے مبارک باد دی تھی اور آئندہ کے لیے ٹیک تمنوں کا اظہار کیا تھا۔ اس نے پڑھائی سی لیس سے پروا کو پھول اور مٹکائی بھی بھجوائی۔ پروا کے دل میں جو نہیں تھا اس کے پرستاروں میں ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔ جس میں عورت، صوفی، شخصیت نہیں تھی۔

ساتھی شعراء نے اور عرق بانی نیازی نے استعان میں پروا کی کامیابی کو اسے انداز سے سلجھوٹ کیا۔ عرق بانی نیازی نے پروا کو دیگر شعراء سے اپنے گھر لے کر گیا تھا۔ یہ سنا، موقع تھا جو انہوں نے اسے اپنے گھر لایا تھا۔ من بیکٹا بھٹکا منشا عرے کا بھی پروگرام تھا۔ پروا کو کیا اعزاز ہوں جو سکا تھا اس نے فیصل کو بھی چٹنے کا کہا مگر وہ بہت بڑی تھا۔

اس کی ہاتھی میں بیٹا تھا۔ کیا تھا ان میں سے ایک لائبریری میں بھی تھی۔ بلور اسے اپنی وہ ایکٹ ہوئی تھی اور شکر تگ حد تک کوڑھ مٹھ گئی۔ لائبریری میں شکر شکر نے بلور نے اس سے سفارش کی تھی کہ لائبریری پر توجہ نہ دے اس کی بیٹی جالب ہے کچھ زیادہ پتا نہیں ہے اسے اور نہ ہی اس فیلڈ کے اکر پڑھاؤ سے۔

لائبریری میں شکر شکر کے دوست کی بیٹی تھی جس لیے یہ بھی اس کی سفارش پر مجبور تھے۔ کچھ ہی دنوں میں فیصل کو اندازہ ہو گیا کہ لائبریری میں شکر سے ایک ایک بات سمجھاتی ہوگی۔

وہ اس شوق میں اس فیلڈ میں تھی۔ فیصل نے ملے دن جب اس سے پوچھا کہ یہ پوزیشن منتخب کرنے کی کوئی خاص وجہ تو اس نے بیٹی سے نیازی سے بتایا کہ مسز میں نے کچھ سوچا ہے۔ جن کا میں کرکٹر پولیس لا من تھی۔ میں نے تب ہی سوچ لیا تھا کہ مجھے

بڑھ کر پوسٹ پر منت میں جاتا ہے۔ جتنا تک ہادی
جلی میں اکثر لوگ ڈاکٹر یا دیکل ہیں انہیں مجھے نہیں
پسند ہوں اس طرف آئی۔" فیصل کا دل چاہا اپنا
سر پیٹ لے۔

شروع میں لایہ بن سیریس تھی کیونکہ اسے جانتا تھا
کہ یہ جاپاس کی ضرورت یا مجبوری نہیں ہے لیکن
فیصل کی بات حق میں کام کرتے کرتے اسے بوجی پیدا ہو
چلی گئی۔ اس کی غیر سنجیدگی دم توڑ رہی تھی۔ پھر
فیصل اس کا پلٹ بہت خوش تھا۔ اسے لب یقین
ہو چکا تھا کہ لایہ رجوع بہت ترقی کرے گی کیونکہ اس
میں سیکس کی صلاحیت موجود تھی۔

پروڈ فیصل سے خفا تھی کیونکہ اس نے عرفان
بیل نیازی کے گھر جانے سے معذرت کر لی تھی۔ اس
کے حلقہ احباب میں سے بہت سے لوگوں نے فیصل کو
نہیں دیکھا تھا۔ وہ بن سب سے اسے ملوانا چاہتی تھی۔
وہ پروڈ اس کے پیچھے ٹھونڈ کا جذبہ کار فرما تھا کہ اس
بیمہاشن وار موڈ اس کا شوہر ہے۔ اس کا خیال تھا کہ
اسے آئیے ہی جتنا پڑے گا لیکن اس وقت اس کی
حیرت کی انتہا نہ رہی جب راجیہ نے کہا کہ میں
تمہارے ساتھ جاؤں گی۔

پروڈ کو اور کیا چاہیے تھا راجیہ نے خود تلخی ظاہر
کی تھی۔ بڑے عرصے بعد وہ خوش گوار موڈ میں نظر آتی
تھی۔ سورنہ پروڈ کے ساتھ اکثر لوگوں سے محسوس ہوا
میں طنز لہجہ اپنانے لگتی۔

عرفان بیل نیازی کا گھر کافی کشیدہ اور سلیقے سے سجا
ہوا تھا یہ سارا سلیقہ ملازموں کا مہربان منت تھا۔ سورنہ
اس پر ہوتا تو گھر کسی کباڑ خانے کا نقشہ پیش کر رہا
ہوگا۔

جیل صدیقی بھی عرفان بیل نیازی کے مہربانوں
میں شامل تھا۔ راجیہ پروڈ کی پذیرائی پر ایک بار پھر ہیر
نی اندر جلی رہی تھی اور اس وقت کو کسی رہی تھی
جس کے ساتھ یہیں آنے کی ہائی بھری تھی۔

جیل صدیقی نے جیل صدیقی کے پاس آگیا۔ "میں
نے کوئی سروس سے سب کی کامیابی پر پھول اور
مٹھائی بھجوا دی تھی۔"

"جی ہاں مجھے مل گئی تھی وہ توں چیزیں۔ لیکن
مٹھائی تو مجھے ملانی چاہیے تھی۔"

"ایک سی بات ہے۔ میں اگر مٹھائی کھلانے پر ہند
ہیں تو پھر سب کو میری ایک بات مانا ہوگی۔" جیل
صدیقی کچھ دیر کے لیے قصداً خاموش ہو گیا اور پروڈ
کے چہرے پر اپنی مرضی کے تاثرات تلاش کرنے لگا تو
وہ جلدی سے بول پڑی۔

"کون سی بات؟"

"میں اگر آپ کو ملی میں سچے انویسٹ کروں تو
میری دعوت قبول کر لیں گی آپ؟" پروڈ کا ہوا کار سرائی
مستل اس کی نگاہوں کی گرفت میں تھا۔

"بہت مشکل ہے میں اپنے ہنر مند سے بچ کر
پھاؤں گی۔" پروڈ نے صاف انکار کر دیا تو وہ پھر بھی باہر
نہیں ہٹا۔

"ایک تو یہ بڑی خرابی ہے گلاب کے ساتھ کوئی نہ
کہی کاٹا لگا ہی ہو آیت۔" اس کے کہے بے فکر پروڈ
انہی طعن سمجھتی تھی اور اسے برا بھی لگتا تھا۔

"یہ کتنا ہی تو گلاب کا کام ہے؟" پروڈ نے یہ کہنا نہ ہوتا تو
پھول کی قدر و قیمت کون جانے۔" پروڈ نے بڑے
لحظ سے غدار لہجے میں اس کا وار اس کو لوٹایا تھا اس نے
ذرا بھی برا نہیں مانا۔

"صرف حسین ہی نہیں ہیں بھی ہوا اور حسن و
ذہانت جہاں اکٹھے ہو جائیں وہاں ہم جیسے کمزور بیل
لوگ خود کو کیسے سنبھالیں۔" جیل صدیقی اب کھل کر
سامنے آ رہا تھا۔

وہ اس کے لئے جیل صدیقی کے مابین ہونے والی
سب سے کم سن ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی
تھیں۔ پروڈ کے ساتھ آگیا جیل ہی فضول نہیں گیا تھا۔

پروڈ لوگ جنہیں لاپسند کرتے ہیں مجھے آج بتا
جائے۔" راجیہ رشک و حسد سے کہہ رہی تھی۔
"مجھے نہیں راجیہ! ڈیر میری شاعری کو۔" اس نے
گھجکی ٹھنڈی رائیہ نہیں مانی۔

"شاعری کے ساتھ ساتھ تم خود بھی تو خوب
صورت اور اس بات کا تمہیں ایذا پہنچا ہے۔"

"لیکن راجیہ! مجھ میں تخلیقی ہنر نہ ہوتا تو میری
لوپ سہولت کی کوئی نہ تھی پوچھا تھا۔"

"یہ تو نہ کوئی ناب آیت بہت سے لوگوں کو میں نے
قصائے ارد گرد منڈلاتے دیکھا تھا میں یہ کرے
تھی میں سوٹ میں براؤن جاکٹ والا ڈسٹنگ سامرو
بھی تھا۔" پروڈ کو دل میں تسلیم کرنا پڑا کہ راجیہ کی لگاؤ
بہت کمزور ہے۔

"ہاں۔" جیل صدیقی نے ہنس کر تھپتھپا کر
مشاعروں میں آتا رہا ہے۔" اسے کچھ نہ پوچھا جاتا ہی
تھا۔

"بیل نیازی بیل نیازی بتا رہے تھے کہ تمہارا
بہت بڑا ہنر ہے۔" راجیہ نے اٹھ چہرے میں تیر
پھوڑا تھا جو نشانے پر بیٹھ چکی بار بار ڈاکٹر لائی کیونکہ
راجیہ سے کبھی کبھی اسے بہت خوف محسوس ہو جاتا تھا
اس نے اکثر نوٹ کیا تھا کہ جب وہ اور فیصل اکٹھے بیٹھے
تھے کر رہے ہوتے ہیں یا نہیں بول رہے ہوتے ہیں تو
اس سے راجیہ کی آنکھ بڑے تر سے ہوتے حسرت آمیز
انوار میں ان کا طوائف کر رہی ہوتی ہے۔ فیصل سے
اپنے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن دل میں
آہی ضرور تھی۔

"بیل صدیقی میری شاعری کو بہت پسند کرتا
ہے۔" اس نے کہہ کر اپنی جان چھڑائی اور راجیہ کے

پاس سے اٹھ گئی۔

پروڈ کے فیوٹی پروگرام کی ریڈیو چمک چلی رہی
تھی۔ اس سلسلے میں اسے ریڈیو اسٹیشن پر اپنا وقت
اس پروگرام میں اس کی شاعری کے حوالے سے اس
سے گفتگو کی گئی تھی اور ساتھ اس کا کچھ مودہ محسوس
نگو کاروں کی تواضع میں ریڈیو کیا گیا تھا۔ آج
ریڈیو چمک کا آخری دن تھا۔ کئی تہذیب میں خرابی کی
وجہ سے ریڈیو چمک میں کتنے دیر ہو گئی تھی۔ اسٹوڈیو
میں تو وقت کا اندازہ نہیں ہوا۔ لیکن جب ریڈیو کی
اسٹیشن سے باہر نکلی تو کئی رات برسو پھیل چکی تھی۔
موسم بھی سرد اور بارش کا تھا۔

اس نے جیل صدیقی کو گل کی کہ اسے فیوٹی اسٹیشن
سے چمک کر لیں۔ کیونکہ فیصل تین دن سے لیت تھا
تھا۔

پروڈ خٹان کے ساتھ گھر پہنچی تو سب سے پہلے ہی
فیصل سے ہی ملنا ہوا۔ اس نے سام کینڈ لگا کر اس
نے نوں ظاہر کیا کہ پیسے سنا ہی نہ ہو اس نے وہاں
سناٹا کیا تو اس بار اس نے اسے نصیحت سے روکا۔
"یہ وقت تمہارے آنے کا؟"

"سہو! ریڈیو چمک میں برہوئی تھی۔"
"تجسس گھر کا اور میرا ہوش بھی ہے کہ نہیں یا
صرف اپنی شہرت اور شاعری کی ہی پڑی ہوئی ہے۔
میری فیملی کی کوئی سورت اس طرح گھر سے نہیں نکلی۔
میں نے کم سے کم کوئی پابندی نہیں لگائی۔ صرف اس وجہ
سے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن اس محبت کا تم
کو کیا فرق؟" اٹھانے نہیں دیں گے۔ یاد رکھنا عورت
کے لیے اس کا شوہر اور گھر کے خیر ہے۔ پروڈ نے جو
عورتیں اس کا خیال نہیں رکھتیں ان کے گھر برباد
جاتے ہیں۔"

آج پہلی بار پروڈ نے اپنے یوں غصے میں دیکھا تھا۔
ایہیں کی تواضع نہ ہو گئی تھی۔ راجیہ بھی دروازے پر
آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

میں آئی۔
 صد شکر کہ تزلزل اور تزلزل نہیں تھے اور نہ
 فیصل کو اس قدر فتنے میں دیکھ کر جانے کیا مطلب
 لیتے۔
 فیصل کھانا کھا کر کافی پر بعد بیڑہ میں آیا۔ ملازم
 دوبارہ ہوا کو کھانے کے لیے بلانے لگی مگر پروانے
 بھوک نہ ہونے کا بیان کر کے اسے چل دیا۔
 پروانہ کو پورا یقین تھا ابھی کچھ ہی دیر میں فیصل کو
 اپنے فتنے کی بد صورتی کا احساس ہو گا اور یہاں سے سوئی
 گرنے آئے گا۔
 لیکن آگے وہ نیٹ کیل پروانہ بھی رو رہی تھی۔
 اس نے ایک بار بھی اسے چپ کروانے کی کوشش
 نہیں کی اور نہ کھانے اصرار کیا۔
 کچھ دیر سے پروانہ گام مارا اور وہاں رہا تھا مگر آج
 فیصل بے حس بننا ہوا تھا۔ دل کے سارے درد کو اس
 نے فتنے کے سر کو دیا۔
 زبردستی لنگھوں سے
 اوجھلے لنگھوں سے
 اپنے تئیں لنگھوں سے
 پائے تھے تو آج
 چلی چلی کر رہا ہے
 تو نے مجھے درہم درہم کر دیا ہے
 مجھے اپنے ہی آنسوؤں کی قبر میں
 تو نے زندہ جہنم کر دیا ہے
 تو نے زندہ جہنم کر دیا ہے
 وہ لکھنے پہ تکی تو لکھتی چلی گئی۔ اس نظم کا عنوان
 اس نے "بارہ دسمبر کی رات" رکھا تھا۔ یہ رات اسے
 بھی بھولنے والی نہیں تھی۔ محبت کرنے والے فیصل
 کا یہ نیا روپ اس بھی حساس دل لڑکی کے لیے کتنا
 اچھی اور ناقابل برداشت تھا۔ آج اس نے پروانے
 لیے اپنے دل کے دوا دے اور بازو دونوں نہیں
 کھولے تھے پروانہ کی سائیدہ وہ خوب پھیل کر لیٹا ہوا
 تھا۔ بھی اپنا کچھ اٹھا کر صوفے پہ چلی آئی۔

رات کے کسی پیرائے کی آغوش میں تھیں اس
 کے ہاتھوں نے پروانہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ رہی تھی۔
 تب فیصل کے حواس پوری طرح جاگ اٹھے۔ صوفے
 پر اسے سوئے ہوئے کر فیصل کو سب یاد آ گیا۔
 "پروانہ صاحب! یہ تمہاری بھول ہے کہ میں تمہیں
 منہ پر رکھ کر گھٹ پل کر رہا ہوں سوئے کی کوشش کرنے
 لگا۔
 تزلزل لٹاری کے چائے ملازمہ رحمت کے بیٹے کی
 گاؤں میں شادی تھی۔ اس نے مالگوں سے بھی اپنی
 خوشیوں میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی۔
 رحمت برص ہوا ملازم تھا۔ گاؤں میں تزلزل لٹاری
 کی زمینیں سنبھالنے اور مزارعوں سے کھیر لینے کی
 ذمہ داری رحمت کے بیٹے کی ہی تھی۔ صوفہ انکس کے بازو
 کی وجہ سے تزلزل لٹاری نے اپنا ہاتھ گاؤں اور تباہی
 زمینوں سے ہٹا لیا تھا۔ فیصل نے اپنے میں ایک دو
 بار وہ خود بھی گاؤں کا چکر لگاتے تھے۔ اس بار تو رحمت
 نے خصوصی دعوت دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے
 پورے گھر کو تیار کیا تھا۔ در شہوار اور بار بھی جاری
 تھے۔ فیصل لٹاری کو تین چھائیاں رحمت عرصے بعد ملی
 تھیں۔ سو وہ بھی بنا ہوا تھا۔ وہی پروانہ وہی بار بھی
 جاری تھی۔ وہ شرم میں پیدا ہوئی اور پلی بیڑہ تھی۔
 کسی گاؤں میں جانے کا سلا موع تھا اور وہ سب کچھ
 بھول کر تیار کر رہی تھی۔
 راجہ جانا تو نہیں جا رہی تھی۔ اس کا حکم تھا کہ
 رحمت کے بیٹے کی شادی میں سب چلیں گے۔ وہ
 مجبوراً ہی کے تحت جاری تھی۔
 جمعہ کی شام کو سب آئے۔ ہو کر اپنی باقی گاڑیوں میں
 بیٹھے تھے۔ پروانہ فیصل کے ساتھ آگے بیٹھے کے بجائے
 پیچھے بیٹھی تھی۔
 پورا راستہ وہ باہر کے منظر میں گم رہی۔ دونوں نے
 ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش نہیں کی۔
 سب اور اہل گھر کے بلکل ساتھ دو عمارت بنی

میں تھے میرا دلبر چنی
 جس اور میرا محبوب ہیں۔ ہمارے دو تھلے پیار کی
 کہانی ہے۔ سانسوں میں طوفان کی کیفیت ہے اور
 موسم بھی بے ایمان ہو رہا ہے۔
 راتوں نے نیا نغمہ چھیڑا تھا۔ اس کے بول پر دو کو متوجہ
 کر گئے تھے۔
 تیرے ہر تھوڑے جھوٹے میرے
 ہر باتے آگ تل دی جاوے
 میں منزل کے بحر گزاروں
 پیاروں کو کی آتش نہ توڑے
 قیدیں سے سروں ہواؤں
 تینوں میں کی سمجھاؤں
 میں دہیں اس کاٹوں انجمن
 (تمہارے ہاتھ میں میرے ہاتھ ہیں اور ہر طرف
 آگ تل رہی ہے۔ میں جل بھی کر بحر گزار اداں اور
 بنارہ۔ آئی نہ تیرے اداں۔ سرو ہوا میں گرم ہیں۔ میں
 نہیں کیسے سمجھاؤں کہ یہ کیوں انجمن بن رہے ہیں۔)
 پروانے اندر بھی دیکھی ہی آگ تلنے لگی تھی۔
 فیصل ساتھ بار کے ساتھ ہی تو بیٹھا تھا۔
 راتوں کے گائے تھے کے یوں نے اس کے من
 اندر سلتی آگ کو کچھ اور بھی بھڑکایا تھا۔
 تانوں بھری سوز رات کھلے آسمان تھے تھے
 شامیانے انجم کو حرارت دیتی کوٹنے کی انگلیاں
 دیہات کی مخصوص فضا اور راشی کی گرمی بھاری و گھٹش
 آواز ان سب نے مل کر پروانہ کو کچھ ٹھوس سا کر دیا تھا۔
 فیصل کو ان ساری خوب صورتیوں کا کیوں احساس
 نہیں؟ وہ رہا تھا کیوں؟ اس سے لا تعلق تھا؟ وہ تھا ایک
 چھوٹی سی بات پہ کوئی اس طرح بھی رو نہ تھا؟
 خشک رات جوں جوں آگے بڑھ رہی تھی اور بھی
 سوز ہو رہی تھی۔ در شہوار گرم کپڑوں اور سوٹ میں
 لمبوس ہونے کے باوجود کاپ رہی تھی۔ کوٹنوں کی
 حدت کپ کی فتنہ ہو چکی تھی۔ اس نے اشارے سے
 بارہ اور فیصل بھائی کو چلنے کا اشارہ کیا۔ رات بھی کافی
 آدھی تھی اور راشی بھی تھک رہی تھی۔

خجرا گئی میں سب کے گھر نے کا قیام کیا تھا۔
 رحمت کے بیٹے نے ان کے آنے سے پہلے ہی گھر
 کی صفائی کرادی تھی۔ گھر کتنی پرانا تھا۔ لیکن اب
 پروانے کے لٹارے اس میں چند ضروری
 چیزیں تزلزل لٹاری نے کچھ عرصہ پہلے ہی کروائی
 تھیں۔
 رات کا کھانا رحمت کے گھر تھا۔ وہی تھی میں پکا
 مرغ اور بندور کی موٹی روٹیاں اور مٹروانے پائیل ان
 چھینتی ہی پینٹ بھر کر کھاتے۔
 رحمت کے بیٹے کی بات پر سون و لکھ اور
 رسول ہی ان کی واپسی تھی۔ آج رحمت کے گھر رحمت
 کا تھا۔ موسم بہت سرد اور لہذا تھا۔ سردی سے ٹھنڈے
 کے لیے کوٹنے کی انگلیاں بن چکی تھیں۔ جس
 جگہ در شہوار پروانہ راجہ اور غلام تھیں وہاں
 رحمت کی بڑی سونے بھڑکی خاص من کے لیے آٹھ تھیں
 لگا کر رکھی تھی۔ پروانہ سب سے رحمت شک نگ
 رہا تھا۔ تزلزل لٹاری تو جلدی سونے چلے گئے۔ البتہ
 بارہ تھان اور فیصل لڑکیوں کے ساتھ ہی رہتے تھے۔
 ایک سائیدہ تھی۔
 اور سب ان بھی جوتھے۔
 واحد کی بیوی راشی کی آواز بہت اچھی تھی۔
 عورتوں کی قربانیاں پہ اس نے بہت سے مایہ
 سناے۔
 بہت سے چھوٹی گائے اسے از رہ تھے۔ عورتیں
 دلچسپی سے اسے سن رہی تھیں۔ سب سے پہلے
 پروانہ کی ساری عمر بڑی جیسے کنیاں آج شرمیں گزار
 کر آج رحمت کی خاص اور کھلی فضا میں آکر اس نے
 جیسے ایک نئی دنیا دریافت کی تھی۔ رات کے قطرہ قطرہ
 چھلنے سناے میں راشی کی آواز تھی پر حرکت رہی
 تھی۔

میں تے میرا دلبر چنی
 بلجیاں نے پیاو کہانی
 سانسوں میں تیا اے طوفان
 موسم ہوا اے بے ایمان

میں تے میرا دلبر چنی
 جس اور میرا محبوب ہیں۔ ہمارے دو تھلے پیار کی
 کہانی ہے۔ سانسوں میں طوفان کی کیفیت ہے اور
 موسم بھی بے ایمان ہو رہا ہے۔
 راتوں نے نیا نغمہ چھیڑا تھا۔ اس کے بول پر دو کو متوجہ
 کر گئے تھے۔
 تیرے ہر تھوڑے جھوٹے میرے
 ہر باتے آگ تل دی جاوے
 میں منزل کے بحر گزاروں
 پیاروں کو کی آتش نہ توڑے
 قیدیں سے سروں ہواؤں
 تینوں میں کی سمجھاؤں
 میں دہیں اس کاٹوں انجمن
 (تمہارے ہاتھ میں میرے ہاتھ ہیں اور ہر طرف
 آگ تل رہی ہے۔ میں جل بھی کر بحر گزار اداں اور
 بنارہ۔ آئی نہ تیرے اداں۔ سرو ہوا میں گرم ہیں۔ میں
 نہیں کیسے سمجھاؤں کہ یہ کیوں انجمن بن رہے ہیں۔)
 پروانے اندر بھی دیکھی ہی آگ تلنے لگی تھی۔
 فیصل ساتھ بار کے ساتھ ہی تو بیٹھا تھا۔
 راتوں کے گائے تھے کے یوں نے اس کے من
 اندر سلتی آگ کو کچھ اور بھی بھڑکایا تھا۔
 تانوں بھری سوز رات کھلے آسمان تھے تھے
 شامیانے انجم کو حرارت دیتی کوٹنے کی انگلیاں
 دیہات کی مخصوص فضا اور راشی کی گرمی بھاری و گھٹش
 آواز ان سب نے مل کر پروانہ کو کچھ ٹھوس سا کر دیا تھا۔
 فیصل کو ان ساری خوب صورتیوں کا کیوں احساس
 نہیں؟ وہ رہا تھا کیوں؟ اس سے لا تعلق تھا؟ وہ تھا ایک
 چھوٹی سی بات پہ کوئی اس طرح بھی رو نہ تھا؟
 خشک رات جوں جوں آگے بڑھ رہی تھی اور بھی
 سوز ہو رہی تھی۔ در شہوار گرم کپڑوں اور سوٹ میں
 لمبوس ہونے کے باوجود کاپ رہی تھی۔ کوٹنوں کی
 حدت کپ کی فتنہ ہو چکی تھی۔ اس نے اشارے سے
 بارہ اور فیصل بھائی کو چلنے کا اشارہ کیا۔ رات بھی کافی
 آدھی تھی اور راشی بھی تھک رہی تھی۔

درد جب دقتی تھی تکی تھی تو فیصل کا دل کر تھا کہ اس سے کہنے لے لی آپ رہے سب واک کریں بڑنگ کریں لیکن خدا ازلہ ہمارے دیار سمٹ کا چکھا چھوڑ دیں۔ اب وہی اہل رحمان مثلاً ایس ایس ایس پڑھتی تھی۔ فیصل کے مشاہدات اور تجربات اس کے بہت بھر پور تھے۔

فیصل کی توجہ سلائیہ تلخ تھی کچھ بھر دوری تھی۔ اس کا خیال تھا کہ فیصل انعامی دھیرے دھیرے اس میں اتر سٹ لینے کا ہے۔ وہ بھی بھی ایسی کہ کوئی بھی مرد اس میں دیکھیں لے سکتا تھا۔

جب سے پروا تھی فیصل ان میں تین چار بار کل کرنا۔ ایک دن پروا مشاعرے میں تھی۔ فیصل اس نے سافٹسٹ پے چھوڑا تھا۔ یہ کل کرتا رہا اور ریسیو نہیں کر سکی۔ کامن: دیگر دول تکی تو خود اسے کٹی بینک کی مگر وہ اتنے قہمے میں تھا کہ اس کی کل رنجیو ہی نہیں کی۔ تین چار بار اس نے فون کیا پھر وہ س: نوکر فون نہ کر دیا۔

رست مونس سے پہلے اس نے فیصل کو اتنی اہم سواری کا خوب صورت سالن ایس ایم کیا۔ اسے یقین تھا ایس ایم ایس ریسیو کرنے کے بعد اس کا قصہ ختم پڑ جائے گا۔

پروا یعنی کیا اپنی کہ مصروفیات کا پتھر سا پانی پڑا۔ اس کا سارا وقت اپنی تخلیقات کو بنوانے سوار نے لیور ہستادوں کے سامنے پیش کرنے میں صرف بورا تھا۔ اس دوران بنان صدیقی مسلسل رابطے کی کوشش میں رہا۔ پروا مشاعرے اینڈ کر رہی تھی۔ وہ دن پہلے وہ کراچی سے لوٹی تھی تو آج لاہور جاتا تھا۔ لاہور سے وہ اہلی پھر سرگودھا لاہور کراہم تھا اور ان سب کے درمیان فیصل کی ذات برنی طرح نظر انداز ہو رہی تھی۔

رات کو تھائی کے جو چند خوش قسمت لے میر

آتے اس میں بھی پروا کے پاس اپنی ہی باتیں ہو تیں وہ ہنس ہنس کر مشاعروں کے دوران پیش آنے والے واقعات سے بتاتی۔

پروا لاہور سے لوٹی تو کمر کی فضا میں غیر معمولی کا احساس اسے گیٹ سے قدم لہر رہتے ہی ہو گیا۔ بے حد خاموشی طاری تھی۔ کوئی بھی اظہر نہیں کرتا تھا۔ ملائکہ شام کا وقت تھا اور اس وقت سب جمع ہوتے تھے۔

"سب نوگ کہاں ہیں؟" انی وی لاؤنگ میں بیٹھی ذرات میں گمن تھ لیو ملازم سے اس نے پوچھا تو وہ مدعو شہر چھوڑ کر ایک دم گھڑی ہو گئی۔

"سب اپنے اپنے کمر میں ہیں۔" اسے بتاتے ہوئے وہ کچھ پریشان سی نظر تری تھی۔

وہ سیدھی راجیہ کے روم کی طرف بیٹھ گئی۔ اس نے پرواز سے پہلے وہ تین دلدہ و سنگ ہوئی تب راجیہ نے دروازہ کھولا۔ وحشت زدہ چہرہ: سرخ آنکھیں: پتھرے دل: وہ اتنی دیر ان دور آجڑی آجڑی لک رہی تھی کہ پروا پریشان ہوئی۔

"راجیہ! کیا ہوا ہے؟" اس کے پوچھنے کی دور تھی راجیہ کی آنکھیں از سر نو برس پڑیں۔

"اندر تو۔" اس نے پروا کو اندر کر کے دروازہ لاک کر لیا۔

"مجھے بتاؤ تو سہی: ہوا کیا ہے؟" سب نوگ کہاں ہیں؟

"ادھر ہی ہیں اور کہاں جاتا ہے؟"

"لیکن تم نے اپنی کیا حالت بتائی ہوئی ہے؟"

اس نے روٹی ہوئی راجیہ کا سراپے کندھے سے لگایا۔ ابھی بڑھتے بھر سلیسی ڈاکٹر نے چیک آپ کے بعد راجیہ اور حنان کو خوش خبری سنائی تھی کہ آپ الدین بننے والے ہیں۔ ظاہری بات ہے گھر بھر میں خوشی کی مہو دہنی تھی۔

پروا ان دونوں اپنی مصروفیت میں ابھی ہوئی تھی۔

ایک نئی لیلیہ ایم ویو اسٹیشن کی طرف سے اسے سیدھی کی آخری تھی۔ لیکن یہ پروگرام رات بارہ بجے کن ایر ہو تا تھا۔ پروگرام کا کارٹ میٹ: بٹا چھٹا اور ادنی قسم کا قتل اس کے مزاج کے تین مطابق۔ لیکن ایک خرابی تھی کہ اس کا نام رات بارہ بجے کا تھا اور فیصل نے یہ پروگرام کرنے کی اجازت اسے بھی نہیں دی تھی۔ اس نے عجیبی طور پر یہ نئی پروگرام کرکٹس نام میں کیا تو بہت پسند کیا گیا۔ وہ روزی ریڈیو اسٹیشن: جلی جالی: بات کسی سٹیج پر نہیں پہنچا رہی تھی یہ نگہ پروگرام کا نام اس کے لیے سوٹ ایبل نہیں تھا۔ پھر بھی اسے امید تھی کہ وہ ہر روز پروگرام کو قائل کرے گی۔

میں کیا ہیں؟" ماہوں 'منانی' متن: در شوار تپتی سب کتابوں کے ہیں۔ پہلے ہی نوگ: مجھ سے رست بارہ جلتے تھے۔ لیکن اب انہیں مجھ سے رست سی شکستیں پیدا ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا بھی تھا کہ ابھی میں ملنے کے قتل میں ہوں۔ میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی میں نے اس سٹے میں دستان سے بات کی کہ میں بارش کو روکتی ہوں کیونکہ ڈاکٹر نے صاف بتایا ہے کہ میں بنانی لکھی میرے لیے رست ہے۔ اس بات سے اس نے نہ شور مچایا کہ نہ پوچھا: پورے گھر کو جمع کر لیا۔ سب نے اپنی لعن طعن کی تھی کہ نہ پوچھا۔ جیسے سارا قصور میرا ہے۔ مجھے تو نہیں لگا کہ ان سب کو میری زندگی یا صحت سے لگاؤ ہے۔ تم بھی تو ہوا: فیصل نے بھی کہیں فورس کیا یا تنگ کیا تم مزے سے شہرت کے مزے نوٹ رہی ہو؟

آج یہاں کل وہی ایک میں ہوں کہ شے جمل عورتوں کی طرح بچے پیدا کر نے لگا رہا ہے۔ پروا نے جانے کہاں اس سے نظر اٹائی تھی۔ فیصل کو بھی سچے بہت پسند تھے اور وہ جب موڑ میں ہوتا تو اکثر کتا رہی: صرف مجھے وہ بچے دے وہ اس کے بعد اور تنہا نہیں کہوں گا۔ جو اب: جھنجھٹا جالی: تو اس کی خند: کیا تھوں مجبور ہو کر خواہش ہو گیا تھا۔

لیکن راجیہ کو چیک آپ کے بعد جب ڈاکٹر نے

خوش خبری سنائی تو بہت خوش ہوا تھا۔ "مجھے بتاؤ میرا کیا قصور ہے؟" راجیہ کی آنکھیں بھیجی جھٹکی تھیں۔ پروا خاموش ہو کر اسے کہنے لگی۔ اس سوال کا جواب تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔ اسے کسی ڈاکٹر سے کہہ نہ سکتی تھی۔

"الہام! ایک لمحہ کسی میں آپ گور آج گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ جواب میں انہوں نے سر کو دھیرے سے ہلایا۔ ان کے لب سانت اور آنکھیں اجنبیت کا تاثر دے رہی تھیں۔

"تم گھر میں کون تو تھیں ہا پہلے نا! لیکن تمہیں تو شہرت: زبان: عزیز ہے۔"

تو ج پہلی بار انہوں نے ایسی بات کی تھی کہ پروا کو حیران اور پریشان: وہ بھی تھا۔

"آئی: کیا ہوا ہے؟ کچھ باتیں تو سہی؟" پروا نے ان کے قریب بیٹھے: دئے اپنے دونوں ہاتھ ان کے گھٹنوں پر رکھ دیے۔

"پروا! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے: جانے میرے بڑے بھائی: کون کون کس کی نظر لگ گئی ہے؟" ٹیم کی آنکھوں میں لمبی پچھنے تھی۔ پروا کا دل تڑپ سا اٹھتا۔

"آئی: گھر میں کوئی بات ہوئی ہے؟ میں اپنی ظاہری مانتی: دل: کہ کچھ دورے بنتے سے شہر رست مصروف رہی۔ اس لیے گھر کے معاملات پر اس طرح توجہ نہیں دے سکتی۔ مگر مجھے کچھ بتائیں جو سہی ہو گیا ہے؟"

"راجیہ کتنی ہے مجھے حنان کے بچے کی ملی بننے سے نفرت ہے۔ پورے بنتے سے اس نے ہمیں جلی پہ لگایا ہوا ہے۔ جب سے اس کی رپورٹ سناؤ تو تکی ہے تب سے وہ خند: اڑی ہوئی ہے کہ اس نے بارش کو لٹا ہے وہ کسی صورت بھی حنان کی اولاد پیدا نہیں کرے گی۔ پہلے تو یہ: جھڑا: صرف ان کے بیڑوم تک تھا۔ آج بیڑوم سے باہر نکل کر پورے گھر گور سارا بھر ابھی تک بھی پہنچ گیا ہے اور آج تو راجیہ نے خند کر دی۔ خوب زور: زور: سے جیتی اور چائی۔ فیصل

اس کا تیسرا مجموعہ کلام "پھرنے سے ذرا پہلے" کافی مرے کے بعد منظر عام پر آیا تھا اور اس کا سنا ایلوشن باتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ اب اس کا فن اور بھی نکھر گیا تھا۔ اس مجموعہ کلام میں جتنی بھی شاعری تھی اکثر میں پھرنے کا کرب نمایاں تھا اور اس کرب نے شاید اس کے فن کو مزید پختگی عطا کر دی تھی۔

وہ اپنے آفس سے گھر کے لیے کافی لیٹ روانہ ہوا۔ صوبائی پولیس افسروں کے ساتھ میٹنگ تھی۔ وہ آج کل پشاور میں اپنی خدمات سر انجام دے رہا تھا اور سرکاری رہائش گاہ میں رہ رہا تھا۔ کھانے کو ذرا بھی بھل نہیں تھا اس نے ملازم کو کھانا اپنے سے منہ کر دیا اور چائے پلانے کو کہل۔ یہ بیچارہ تبدل کر کے اس نے لی وی جن کر لیا۔ پونہ بیس سڑنگ کرتے ہوئے ایک چھینل پہ اس کی نگلیں ساکت ہو گئیں۔

میں بھی تھا وہ بھی تھا
کیسے کہے گا یہ جیون تھا
یاویں زار راو کرنا
کیونکر رہو گے تنہا تنہا
سوئی صدف ہوا ہی تھی۔ اس کی آنکھیں لاکھوں انسانوں کے پنج بھی اس کی پہچان کر سکتی تھیں۔ اپنے مخصوص بدنکش لٹے میں وہ اپنے کد م شادی تھی۔ فیصل کی نگاہ لی وی اسکرین سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔ ملازم نے چائے اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ وہ یونہی رہی رہی۔

وہ اپنا کلام پڑھ کر لی وی اسکرین سے مائب ہو چکی تھی مگر وہ نئی آنڈ بن سالب بھی اسے کھورے جا رہا تھا۔ اسے چاقا تن کی رات اس پر بہت بھاری گزروے گی۔ خند کر لیں تکی بھی لب سکون کی خندیں تو روٹھ چکی تھیں۔ تین سادوں میں وہ سکون کی بھرپور خند کر ترس گیا تھا۔ خند اتنی بھی تو ٹوٹ ٹوٹ کر خند لب میں

لپٹی۔ دور کو چھوٹی لب تو اس کے ماتحت بھی کہنے لگے تھے کہ "سراب کی آنکھیں خند کی کمی سے سرخ رہتی ہیں۔ آپ کچھ دنارہٹ کر لیں۔ مگر وہ ایسے مشہوروں کو تار رہا۔ وہ ملازم اسلام تیار جاتا تو اس کی کوشش ہوتی کہ رات وہیں پہ نہ رکے۔ لیکن میں کی ممتا اس کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی۔ وہ کیسٹ روم میں سو جاتا لیکن اپنے بید روم میں نہ جاتا۔ خلیم کڑھ کر رہ جاتیں لیکن اب انہوں نے فیصل سے کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا تھا۔

کب شام کے سامنے اس نے بے اختیار اپنی گاڑی روکی تھی۔ وہ صدف میں ایک کلام سے آیا تھا۔ کلام ختم کرنے کے بعد کسی انجیلی سی قوت کے زیر اثر وہ کتابوں کی اس دکان کی طرف گیا تھا۔ پروا اور کل کا تانہ مجموعہ کلام لے کر بہت تیز رفتار دی سے وہاں سے نکلا تھا۔

واپس پہنچ کر اس نے بی بی سے تالی سے شاپر سے کتاب چھینی۔ "پھرنے سے ذرا پہلے اس نے مڑوین پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے جانے کسی یاد کو تازہ کر دی تھی۔ کتاب کا تا شکل بہت عجیبے اداسی کے رنگوں میں اپنا ہوا عنوان کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا اس نے کتاب کھلی۔ حروف اس کی نگاہیں پھسل رہی تھیں۔

کل رات میری آنکھوں کو کسی ہمدرد لمس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی تو میرا نگہ سی میرے آنسو پونچھ رہا تھا اس سے مزید پرہیز نہیں کیا اس نے کتاب بند کر کے سینے رکھ لی تھی۔ اس کیفیت میں تھی دیر تھل رہنے کے بعد اس

نے بار کتاب کھولنے کی عمت کی تھی۔ ہاتھ اٹھائے وہ دنگل کے لیے

ایسے ناکر جیسے سارا درہ اور آتم میری تھیلیوں میں سٹ آئے ہیں اس سے اس نے بے اختیار اپنی آنکھوں کو بچا محسوس کیا تھا۔

اس نے لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر کتاب بک شین میں رکھی اور باہر نہیں پہ ایل۔ ان گزرتے ملاو سالی میں اس نے پروا کی بار سے دامن پھیلنے کی کتنی کوشش کی تھی لیکن وہ تن بھی تاہم تھا۔ کسی نہ کسی نہ دی نوید یوا اخبار سے اسے خبر مل ہی جاتی تھی۔ شاپر میں سب نے کتنا سچھلایا تھا۔ خلیم نے دانے ویے لٹیں کیوں مگر اس کی اٹا کا بہت نہ ٹوٹا اور آن وقت تھتا آگے سرک آیا تھا۔

لائب رحمان نے اسے پکھانے کی مہم جاری رکھی تھی۔ اس نے بی بی جرات سے اپنے جذبات کا انکسار کر دیا تھا۔ ممانے بھی کما کر شاپری دوسرے کوئی ہی بہت توڑ بہت سی کرلو۔ مڑوین ایک سی شیعہ زندگی سے تعلق رکھتے ہو اچھی گزر جائے گی۔

لائب کے کمر میں سب کو چاقا کہ وہ فیصل کو پسند کرتا ہے۔ اپنی زندگی کے بارے میں اس نے فیصل کو کیا مگر تن تک تاہم تھا بل میں پر اسے درد گاہے بلکہ جاگ اٹھتے تھے۔

پلا آگے آگے ایمان شور مچاتی اس کی ٹانگوں سے لپٹی تھی۔ اس نے ایمان کو اٹھایا۔ "پلا کی جان کیسی دوبا" فیصل نے قریب عمت سے اس کا کل چمک پھرا سے اٹھائے اٹھائے وہ اندر داخل ہوا۔ سبھی وی ڈنک میں بیٹھے تھے۔

"ایمان تمہیں بہت یاد کرتی ہے کم سے کم بی کا تو خیال کر لیا کرو۔" ممانے شکایتی نگاہوں سے اسے

دیکھنا! تو کیا ہوں اب میرے پوسٹنگ آرڈرز آگے ہیں۔ میں آپ کے پاس ہی ہوں۔ "خوش خبری نہ کر ان نے انہیں جہان اور پھر خوش کر دیا۔ راجیہ اس کی قدیم وہاں سے بٹھ کر کھلی تھی۔

فیصل سے وہ شرمین تھی۔ نوملے کے دور میں اس نے خود کو اس قتل نہیں سمجھا تھا کہ فیصل کا سامنا اٹھے سر کے ساتھ کرے۔ حالانکہ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی راجیہ کو معاف کر دیا تھا لیکن وہ خود کو معاف نہیں کر پاتی تھی۔

ایمان اس کی گود میں بیٹھی بیٹھتیں کر رہی تھیں اور وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ ایمان کی باتیں بل "وہ لیسڈائی اور معصوم تھیں پائل اس کی طرح ان کی ساری متکون ہوا ہی بڑھتی اور چھو ہوئی تھی۔ رکت وہ کھلی سنتے سنتے اس کے پاس ہی سوتی تھی۔

فیصل ایمان کے سوئے ہوئے معصوم چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سری سائیڈ پہ لائے ہوئے جواب تھی۔

ایمان نے کمانی سننے کی جلد کی تھی۔ اس کی معصوم باتیں فیصل کے دل میں اتر کر پھل پھاڑتی تھیں۔ تن بھی کھلی سننے کے دوران اس نے فیصل سے سوزن کر دیا تھا کہ پلا شہزادے نے پھر شہزادی سے صلح کی کہ نہیں۔ فیصل نے اسے ہلانے کے لیے کہہ دیا کہ وہ موجود تار پائل عورت شہزادی ہی نہیں۔

"پلا! آپ بھی شہزادی کو احوال دے رہے ہیں نا؟" اس نے بی بی سے مداخلت سے سوال کر دیا تھا۔ فیصل اسے دیکھ کر رو گیا۔ اب وہ سوچتی تھی لیکن اس کا معصوم سوالی فیصل لغاری کو ماضی میں لے گیا تھا۔

فیصل گہری خند میں تھا جب شور سے اس کی آنکھ کھلی۔ سچے سے چیتے چلانے کی توانائی کے ساتھ حنن اور مٹا کی ملی جلی توازیں بھی آ رہی تھیں۔ وہ

مرد قتل جانے کے لیے پختہ کوکون میں ہی جلدی سے بچے آئے۔
 راجہ مسلسل چلاری تھی اور مہاچپ کوادی تھیں۔
 ”راہیہ! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ ہمیں اس طرح شور مچا رہی ہو؟“ فیصل اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔
 ”مہاراجہ! یہ تمہارے ساتھ نہیں اس طرح شور مچا رہی ہو؟“

”میری مرضی میں جو بھی کرنا ہے۔“ وہ بدلتی سی ہوئی مگر اس کا لہجہ اور بدتمیزی بدواشت کر گئی۔
 ”پھر کیوں پابلوں کی طرح شور مچا رہی ہو؟“ تھیں جو بھی شکایت سے تروم سے ہٹاؤ۔ ”اب ابھی نرمی اور برداشت سے ہم لے رہا تھا۔“

”ہاں ہاں میں پابلوں کی طرح شور مچاتی ہوں سب کو مجھ سے شکایتیں ہیں اور سب کی جیتنی جو ہے وہ جو بھی کرے کوئی نہیں ہوتا۔“ مشاعروں کے ہمارے سارا اہل انہریت یا پورہ تھی۔ ”کوئی نہیں بولتا۔“ بھی بیڑی کی آبی آتی کراہتی کل لا، اور یہ دو کرتی پھر رہی ہے نا! آپ کو نہیں بتا دوں گی۔ جو تھی سب وہ سب کی نگہ ونا میں۔ بعض صدیقی سیت بنانے لگے تو کون تو بے وقوف بنا رہی ہے اور آپ اپنی بیوی کو نہیں سنبھال سکتے۔“ راہیہ کے جھگڑے کے ”آگ“ فیصل اب بچے ستارہ۔

”آج صرف حقیقت میری زبان تک آتی ہے نا! کل آپ کی شہرت یافتہ بیوی کے کارنامے اخباروں رسالوں میں بھی آئیں گے آپ کس کس کو منع کریں گے؟“ اپنے گھر کی خیریں میری ڈگری نہ کریں۔“
 سب بچا راہیہ کو بولتا میں دے تھے کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں ہوگی کہ اسے چہرہ کراتے خاموش کو آواز دے تھک رہا کہ خود ہی چپ ہو گئی۔

فیصل جس طرح ہنسنے لگا اس طرح گڑی کی چابی لے کر گاڑی انبارت کر کے جانے نہیں پنا گیا۔ اس نے راہیہ کی کسی بھی بات کے جواب میں کچھ نہیں بولا۔

پروا سے شادی کے پہلے دن ہی اس نے ایک بات

بہت زور دے کر کہی تھی کہ پری میں وہ چیزوں کے بارے میں کچھ دیا تو نہیں کر سکتا ایک سانی بیوی کے گھر کچھ اور لا سرتی اپنی عزت نفس اور اہل گھر کے چیزوں کا خیال رکھنا سب کچھ ہے۔ پورا اہل گھر ہے کہ تم ہم عمر میرا نہیں اور میں نہیں تو کوئی چڑھا۔“ اس نے ایک بلی کی منکر ہاٹ سے اسے گویا نہیں دیا تھا۔
 راہیہ کی باتوں نے اسے آگ اگلنے آتش فشاں کے دبانے لگا کر کیا تھا۔ وہ جن سے کچھ بھی سوچنے بیٹھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ کہ راہیہ کے اغوا ذہن و دل پر کون سے برساتے اس کے منہ سے طبعی کے لفظ اگلنے والے تھے۔ اس وقت تراب لٹاری اسے دہاں سے سنے کے لہجہ پر وہ ابھی منکر سے ہٹ گئی۔
 ڈاکٹر انجم خود بھی کا پاپ ہونے کے ہاتے مجبور ہو کر ان کے پاس آئے۔

تراب اور خلیم دونوں ان سے شرمندہ تھے۔ وہ فیصل کو سمجھا کے تھک گئے تھے۔ خلیم سارا اور تراب وہاں پر وہاں کو واپس لانے کے لیے تیار ہوئے وہ اس نے کہا کہ اگر وہ اس گھر میں لگی تو میں گھر سے پناہ لیتی جاؤں اور اس کا ذہن! تراب نے اسے اٹھارہ میں چارہ ڈگری گئے۔ خلیم سے اور باقی میں جلد باقی تراب سے مشورہ کر کے وہ سوار کے ساتھ پروا سے ملے آئیں تو کینہ پ لگا کر ان کا ہاتھ چڑا رہا تھا۔

وہ درخشا کے گھر چلی گئیں۔ رطابہ کے گھر سے ملے والے جواب نے ان کی ساری امیدوں کو خاک میں ڈال دیا تھا۔

پروا نے سفارت خانے میں جاپ کر لی تھی اور اس وقت آتی میں تھی جبکہ ڈاکٹر انجم اپنے بڑے بھائی کے پاس لاگت نہ شفٹ ہو گئے تھے۔

پروا انہیں کچھ بتا کر نہیں لگی تھی۔ سون کے مٹی میں ایک چائیں کی گڑی تھی۔ پٹاشا، بکا کر ڈال کے جانی تو اسے روک لیتیں یہی تھک فیصل کی انجمنی کا انہیں بتا تھا۔ مگر کبھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

ان کے گھر کا وٹیرا زدی بکھر رہا تھا۔

جن کے لیے میں راہیہ کو بیٹھ چھوڑ آیا تھا۔ مگر وہ فیصل کے قافلے میں بہت نرم و دلور مرزا بن کر چمک کر کھڑا ہو گیا۔ لیکن راہیہ کی بہتان طرازی نے اس کی مائی ہوئی حواشی کو بگاڑ دیا تھا۔ جن تو پیش کے لیے راہیہ بھی زبان دلا اور گستاخوئی سے پھر پھر اپنا جاپتا تھا اس موقع پر تراب اور خلیم اس کے ارادے کے آگے مضبوط دوڑ رہے تھے۔ راہیہ پر ہنگام تھی وہ کسی بھی معاملہ میں یہ ختم نہیں کر سکتے تھے۔

راہیہ کی بددیواری تراب تھی۔ اب اس کے سارے کس علی غلے تھے۔ وہ جن کے بچے کی ماں بننے سے سخت نفرت کرتی تھی۔ لیکن ختم ہونے سے جب اس کی گود میں آکر اپنی حیرن اور معصوم آنکھیں سے اسے دیکھا تو مستان کے سوتے پھوٹ پڑے۔ اب فیصل کے قافلے میں جن ات رینا کا بہترین شور پر نظر آ رہا تھا۔ فیصل نے تو پروا کو صفائی کا موقع دیا۔ پھر سڑکوں پر اپنی تھی اور جن نے اس کی کتنی پڑتیں ہیں اور غلطیوں گھراؤ کی تھیں۔ کس کس ”دو“ پر کمرہ والوں کے سامنے اس کا بھرم نہیں رکھتا تھا۔

جن بیٹے کو پروا کو دیکھ کر اس نے پروا کے معصوم منہ کو فیصل کے ہاتھوں میں چھو دیا۔

”بھائی! میں اس کے صدمے راہیہ کو ہدف کر رہی ہوں۔ بہت شرمندہ ہے۔“ پروا نے سنی سنائی راہیہ کو شک ہو گیا تو کچھ اس کا حسد اسے لے ڈوبا۔ لیکن اب وہ تراب سے شرمندہ ہے۔ ”جنان“ دھماکتے ہوئے راہیہ راہیہ بھی بھی ڈیوول سمیت اس کے سامنے آ گئی ہوگی۔

مراب بہت دیر ہو چکی تھی۔ اب راہیہ اس کی ڈھکی میں آئیں تھی۔

وہ اپنے پچھتوئی سے تھک گیا تھا۔ پچھتگی طرح سخت ہے جس پر بند ہے سے ناراض۔ تو سارا گزر چکے تھے۔ کتنی تبدیلیاں آئی تھیں۔ تو شہر اور راہیہ دونوں بچوں کی ماں میں گویا تھی۔ ملوثی کے بھی بیٹے تھے۔ ورنہ کی شادی ہوئی تھی وہ بھی صاحب لڑا تھی۔

تیسرے مجموعہ کا نام کے بعد پروا کی اہلی سرگرمیوں رفتہ رفتہ بامعربانی تھیں۔ اب اس نے کوئی تقریباً میں آٹھ ماہ گزر دیا تھا۔ حقیقت کا عمل کب کا سست پڑ چکا تھا۔ اس کا قلمباز بھی ہو گیا تھا۔
 مزید شہرت کی خواہش اس کے اندر دم توڑ چکی تھی۔ دعوت نامے دست لب بھی شتہ لوگ تقریبات منہ قد کر کے اس کی شہرت کو کیش کر رہا تھا ہے۔ لیکن وہ پچھتوئی پر واہیں تھی۔
 ڈاکٹر انجم انگلی بندہ میں ہی تھے۔ وہ ان کے پاس قوی باقی رہتی۔ وہ اب جتنے تھے تھے اب اس کی ایک ہی خواہش تھی کہ مرنے سے پہلے ایک بار اپنے وطن کو دیکھ لیں۔

جن دن دیوار کو چھو آئیں جہاں اقراء کی یادیں سناس لے رہی تھیں۔ جہاں جن کے بہت سے خوب صورت شب و روز بھرے پڑت تھے۔ لیکن پاکستان راہیہ کے ہمارے پروا کو غم نہ تھا نا۔ اس نے کہا تھا: ”آج سب شہر پاکستان پر نہیں نہیں ہوا۔“
 آج آگے جانا نہیں پتا ہے تھے اور وہ تیار نہیں تھی۔

وہ اپنی ضد پر پوری طرح مبنی ہوئی تھی۔ جب اس کے پوسٹنگ آؤڈر آئے۔ وزارت خاتمے والوں نے اسے پاکستان تعینات کر دیا تھا۔ وہ واپس جانا نہیں چاہتی تھی۔ مگر دیکھا پنا اس کی درخواست رد کر دی گئی۔

ڈاکٹر انجم بہت خوش تھے پروا کو بھٹائی جنم راضی کیا تھا۔ ورنہ اس نے ریرائن دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ دلائل احمد اور جن کی ہونے سے خیر صورت طریقے سے دلائل دے کر اسے اس فیصلے سے باز رکھا تھا۔

فیصل واپس اسلام آباد آئے تھے لیکن اوپر کی منشی پروا اپنے بندہ دم کو اس نے تھوکانے سے منع کر دیا تھا۔

تھک چکی تھی۔ منہ کے ماسٹریڈ دم کو اس نے اپنے رقبے
 ہونے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ برائے بیڈنگ
 میں لایہ کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس
 کی حسرت تھی کہ اس بیڈ روم کو دیکھے جہاں فیصل
 پہلی بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ فیصل نے شادی کے بعد
 اس کی جانب چھڑا دی تھی۔ وہ محل طور پر کھیل
 عورت کے روم میں ڈھل گئی تھی۔ اس کی بیوی کی
 بارگاز تھی۔ لیکن آج بھی اس کے دل تک رسائی
 نہیں پاسکی تھی۔ اسے اسے خود بہت دور محسوس ہوتا
 تھا۔

مردہ ہونے کے ساتھ ساتھ فیصل کی ذمہ داریوں
 میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔
 ان دنوں ملوٹی بھی پاکستان آئی ہوئی تھی۔ پروا کے
 ساتھ فیصل کی جنت کی حدیں کو چھوٹی محبت سب کے
 ساتھ اس کے گھر میں بھی تھی۔ اس نے کتنی بار اپنے
 طور پر پروا کے ساتھ رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر
 جواب نہیں دیتی تھی۔ کبھی بار بار غلغلوں ہوتی۔
 فیصل آکر چاہتا اس کے اس جاسکا تھا۔ بات سنانے سے
 دھمکتا تھا۔ وہ کوئی ہم عمر لڑکی نہیں تھی۔ لیکن
 لٹانے اسے توڑا تھا۔ ٹھیک نہیں دیا۔ وہ آج بھی
 پروا سے خفا تھا کہ وہ چپ چاپ خاموشی سے اس کی
 زندگی سے اٹھ گئی۔ وہ اس سے لڑتی، بھڑکتی، مزیدستی
 اپنی منوائی تو وہ دن ہی جاتا، لیکن اس نے تو پلٹ کر
 ایک بار بھی نہیں دیکھا۔ شریعہ میں وہ غصے میں تھا،
 ٹھیک تھا لیکن وہ اس کا فضا اترنے کا انتظار تو کرتی تھی
 پیار کرتا تھا اس سے تو کیا تھوڑا سا بھی غصہ کرنے کا
 حق نہیں تھا اسے۔ کاش وہ صرف ایک بار اس سے
 کہہ دیتی کہ راجہ نے جو کہا ہے سب جھوٹ ہے۔ تو
 وہ سب ہجو بھول کر اسے سینے سے لگا لیتا۔ اسے سب
 سے دور لے جاتا۔ کوئی اپنے چاہنے والے ساتھ یوں
 بھی کرتا ہے۔

وہ اسے بھی نہ ختم ہونے والی بات کے سپرد کر گئی
 تھی۔
 صرف ٹیلم کے پاس اس کمرے کی چابی تھی۔ سینے

میں وہ عین بارہو خور اپنی عمرانی میں مغللی کرنا کر رہی تھی
 طرح لاک کر دیتی۔ اس کے علاوہ کوئی بھی اندر نہیں
 جاسکتا تھا۔ فیصل نے ہر چیزوں کی تول مر جی تھی۔

پورے نو سال بعد اس نے پاکستان میں قدم رکھا
 تھا۔ وہ کل تو شادی کے بعد کراچی چلی گئی تھی۔ لیکن
 رطابہ اور جی تھی۔ اس کی آمد کشتہ کی پہلی گلی۔
 بہت ہی جگہ رنگ کے کپڑوں بلوس بنا کر
 برائش کے روم میں تھی۔ تھکی تھکی لگ رہی تھی ساتھ
 لیکن جگا کھی بھی قسم کی جیوری سے بے نیاز تھی۔ خالی
 خالی اور وہ ان سی تھی وہ اتنی کامیابیاں اور شرمش
 سینے کے بعد بھی۔ رطابہ اسے پہنا کر ست روئی۔
 پروا اتھرنے کیا مایہ بنایا ہے اس عمر میں۔ وہ

اسف سے دیکھ رہی تھی۔
 "کیا ہوا ہے جلی کو؟" وہ وہ پروا کے اٹھا اس
 سے سوال کر رہی تھی اس سے پہلے کہ رطابہ کچھ کہتی
 پڑوس سے کچھ عورتیں چلی آئیں۔
 ڈرائنگ روم میں ڈاکٹر انجم کے دوست آئے چہے
 تھے انہوں نے اسے سے پہلے اپنی آمد کی اطلاع دے
 دی تھی۔

انجم خود کو بہت مسرور اور مطمئن محسوس کر رہا
 تھے گھر کے دو دیوار گویا پھر سے سی اٹھے تھے اس
 پڑوس سے بہت سے دوست اسباب جمع ہو گئے تھے۔
 وہی اپنی بہت تھی جو اس ماحول کا حصہ تھی۔ لیکن پروا
 بالکل خوش نہیں تھی۔ وہ خود کو بے چین سا پارسی
 تھی۔ رطابہ کے لئے سوالوں کے جواب اس نے دن
 باں میں دیے۔

رات وہ اس کے پاس ہی رہی بہت سی باتیں تھیں
 جو اس نے کر لی تھیں۔ رات کے کسی پیراچاک
 بارش شروع ہوئی جس کا پتہ تھیں چلا۔ سید پوری دروازہ
 سے برساتا شروع ہوئی۔

رطابہ نے گھر کی سے پردے ہٹا دیے۔
 "پروا اب ہر دیکھو" اتنی تیز بارش ہو رہی ہے۔"

"پہلے رطابہ! اتنی عجیب بات سے اندر بھی بارش
 ہو رہی ہے اور بارش کی۔" پروا کی آنکھیں جھٹک پڑی
 تھیں اس سے پہلے کہ رطابہ کچھ بولتی اس نے مزید
 آواز نہ دی اور چلی گئی۔

"تو نہاتے ہیں بارش میں۔" رطابہ نے پچھلے
 وقت کو توجہ دی تھی لیکن اس نے غصے میں سر ہلا دیا۔
 "پہلے ہمیں تو بارش بہت پسند تھی اب کیا ہوا
 ہے؟" رطابہ مسلسل اس کا ضبط آزار رہی گئی۔

"میں اب نہیں بہ پسند۔ میری پسند وہ پسند چل
 گئی ہے۔"
 "کیوں پروا! بہ پسند وہ پسند بھی بدلتی ہے۔" اس
 نے جواب دے میں اس کی دھمکی رنگ پاتھ رکھا تھا۔

"پہلے رطابہ! آپ ہو جوتے اس نے اتنا ہیہ انداز
 میں اس کی طرف دیکھا تو رطابہ کو جی جی اس پر ترس سا
 آیا۔

"پروا! میں کر رہا کہ بہت سے مزادے لی ہے تمہارے
 خود کو اور اپنا مہرہ آزماؤ دیکھو خود کو۔ تمہارے پاؤں
 کی ریشمی نر بہت کیا ہوئی۔ تمہارے آنکھوں کی وہ
 جگہ کمال تھی تمہارے چہرے کی لکڑی کیوں کم
 ہو گئی ہے تمہارے قدم نے تحقیق کا عمل کیوں ترک
 کر دیا ہے؟ کیا تمہاری ہر خوش لباسی نہیں رنگ
 دے دیتے ہیں تم سے؟ کیا تمہاری شیش پیوٹا
 جواب دے۔"

"پہلے رطابہ! میں بہت لمبے غرے تکی ہوں تھی
 ہوئی ہوں اس نے دیکھا۔" اس نے ٹھیکرین چرائی
 تھیں۔ لیکن رطابہ اتنی جلدی بارہا سننے والی تھیں
 تھی۔

پروا نے ہنستے ہنستے آفس جوائن کرنا تھا۔ رطابہ روز
 آج بھی سا دھکی کو بھی کراچی سے لے لیا کرتا تھا۔ میڈیا کو
 بھی پروا کو کل کی تدی سن گئی تھی۔ وہ جس
 چیز سے بچتا پارسی تھی وہ ہو کر رہی۔ مزین بلبل نازی
 نے سب سے پہلے رابطہ کیا۔ انہوں نے اپنے طور پر

لوب کی ترقی و ترویج کے لیے ایک انجمن بنائی تھی اور
 وہ اس کا چیرمین پروا کو کل کو بن چارے تھے لیکن
 اس نے حضرت کرلی۔ انہوں نے بھی اپنی کوششیں
 جاری رکھی۔ پروا اس دوران جہاں صدفی اور اس جیسے
 کمال ہو جانے والے پرستاروں سے ٹھٹھا اچھی طرح
 سیکھ لیتی تھی۔ اس نے مزین بلبل نازی کی آخری
 کوشش بھی ٹھٹھا کر لی۔ ایک دن پرائیویٹ لیوی
 جینٹل کے ٹھٹھا سے کمرہ میں مسیت گھر پہنچے۔
 اس نے اتھو بیوہ سے اتھو کر دیا۔ اولی ہٹے اپنا
 تقریبات پروا کو کل کی تحیات سے سچا ہوا رہے
 تھے اس نے ہر ایک کو غصے سے نکال کر دیا۔

"پہلے رطابہ! انجم اگلے دن میں آئے ہیں میں نے ان کا
 ٹیکٹ دیکھا تھا۔" کھانا کھاتے کھاتے حنان کو
 یہ بات یاد تھی۔ فیصل کا ہاتھ پلٹ میں ہی مسکت
 ہو گیا تھا۔

"تم ٹ نہیں جا کر؟" رطابہ انجم کے لیے میں
 ہوش تھا۔ سب باتیں کی طرف دیکھ رہے تھے۔
 "میں کچھ کرنا تھا لیکن وہ خود ہی پریشانی گھر
 کے لیے گئے تھے اس لیے بات نہیں ہو سکی۔"
 اس نے فیصل کے ہاتھ میں واضح ارقاش محسوس کیا
 تھا۔ وہ کھانا دھو رہا تھا کراچی کیا۔

ان سب نے ہی اس کے قدموں کی ٹرکڑا ہٹ کو
 دیکھا۔
 ٹیلم ہی تھیں رطابہ ہی تھیں جانتی تھیں انا اور
 خند نے اسے اندر ہی اندر توڑ کر رکھا دیا تھا۔

موسم بہت خوب صورت ہو رہا تھا۔ آسمان پر
 کالے لمبے تیرتے پھر رہے تھے لٹا میں اتنے دنوں
 سے جو خضن اور لہاسی تھی اس کا فائدہ ہوتا نہ کر رہا
 تھا۔ انجم صاحب حسب معمول اپنے ٹیکٹ اور
 مزینوں کے ساتھ ہی تھی۔ پروا گاڑی لے کر گھر
 سے اٹھ گئی۔

یو جی ڈرامہ کرتے کرتے وہ رانی قسم کی طرف نکل گئی۔ اسے رائل ڈیم کا یہ قدرے الگ تھلک سا حصہ بہت پسند تھا۔ اس نے گاڑی میں پارک کی اور خونی کی طرف آکر ایک پتھر پھینک دیا۔ بہت خاموشی اور سکون تھا اور سرور کوک بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ وہ پتھر نیچے صاف شگفتہ بنی تو دیکھ رہی تھی۔ جب اپنے پیچھے اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس کے دھنسنے سے پہلے ہی وہ سامنے آگئے۔ وہ دو ٹرکے تھے۔ الحمد للہ سے میں سال کے درمیان چہرے پر مٹاک تاثرات لیے۔

"ہو کچھ بھی ہے" خاموشی سے ہمارے حوالے کرو اور اگر شور کیا تو یہ کون کھوپڑی کے تہ پار ہو جائے گی۔ "وہ آہستہ مگر خوف ناک گواہی دیا۔ وہ سرا پروا تو تھی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اندر ہی اندر سمجھتی تھی۔

"میرے پاس تو کچھ نہیں ہے ہاں میرا سیل فون اور بیگ کھوپڑی میں رہا ہے۔" وہ بری طرح خوفزدہ تھی۔ "تمہیں ہے گاڑی؟" ان میں سے بگنی شرٹ وہاں بولا۔ پروا کو ماؤز کی ایک تھمک کچھ خوف زدہ کرنے کے بعد وہ لب اسے دوبارہ شرٹ کے نیچے چھپا چکا تھا۔ "میری گاڑی وہ سڑک سے ذرا بائٹ کر کھڑی ہے۔" اس نے وہیں سے اشارہ کیا تو ان دونوں کی نگاہوں نے اس کی چٹائی چلنے کا تعاقب کیا۔ گاڑی دیکھ کر ان کی آنکھیں جھپک اٹھیں۔

"یہ تو اچھی خاصی مٹی آسما ہی ہے استو!" وہ چیک شرٹ اور نیلی ڈینٹروالے نے بڑے بے ہوش انداز میں آنکھ دہائی تو وہ اور خوف زدہ ہو گئی۔ ان دونوں کے تیر تھکا "اتھے نہیں لگ رہے تھے گاڑی سے" وہ نکل اور بیگ اٹھا کر پروانے ان کے حوالے کیا۔ مگر ان کی نیت میں فتور آچکا تھا۔

پروا دونوں چیزیں ان کے حوالے کر کے جو نمی باہر نکلی دیکھ شرٹ والے نے آنکھوں آنکھوں میں ہی دوسرے کو اشارہ کیا۔ اس نے پروا کا بازو پکڑ کر اسے دوبارہ گاڑی میں بدھنے کی کوشش کی۔ ان کے مذہبم

عزائم ہائیک بل میں جگن کی تھی۔ پروا نے شور مچا دیا۔ وہ دونوں تھکا "اس کے لیے تیار نہیں تھے۔ یہ منظر یاس سے گزرنے والی ایک گاڑی میں بیٹھے اس شخص نے بھی دیکھ لیا۔ اس نے مزید ایک لمحہ بھی صانع نہیں کیا اور ان کے سر پہ پتھر کیل ان دونوں کو اپنے ہتھیار نکالنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ اس دوران کچھ اور لوگوں کو بھی گڑبڑ کا احساس ہو چکا تھا۔ صورت بدل گئی پالانے وہ بھی قریب آگئے تھے۔

ان دونوں کو بے بس کرنے کے بعد کسی فرشتے کی طرح چٹائی ہو جانے والے شخص نے قریبی تھانے میں فون بھی کر دیا تھا۔

ان سے نمٹنے کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھی منہ پھپھانے دیتی ہوئی پروا "لوڈ کل کی طرف آیا۔ وہ لاکھ اپنی سسکیوں کو کھٹکاتی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن نہیں کر پا رہی تھی۔ آنکھیں تو شدت جذبہ سے اس کی بھی لال ہو رہی تھیں۔ لیکن وہ مرنے کا سہہ نہ دیتا تھا۔

اس میں اور اوگ بھی کھڑت دیکھ رہے تھے۔ اس کے پاس آنے پہ پروا اور آئیو تھ سیٹ سے اتر گئی تھی۔ وہ جانتا تھا اس خدی ہی پروا کا لگاؤ تھا۔ کیا ہو گا وہ اتنے سارے لوگوں میں کتنا بنا نہیں چا رہا تھا۔ سو پروا بڑے آرام سے گاڑی ڈرائیو کر کے وہاں سے نکل گئی تھی۔

فیصل لٹاری نے آنکھوں کی سرفی پھپھانے کے لیے ڈارک گلاسز پہن لیے تھے۔

وہ گاڑی گیٹ پہ ہی پھبڑ کر خود اندر آئی تھی۔ انجم صاحب ابھی تک وہاں نہیں آئے تھے مگر پروا کے دل میں تھپی بارش رہنا شروع ہو گئی تھی۔

آنکھیں اس کی بھی برس رہی تھیں اور ان میں ہی بیٹھی تھی۔ اب بارش کے قطرہوں اور ان کے آنسوؤں میں فرق نہیں رہا تھا۔

فیصل لٹاری نے پروا کی گاڑی کے ساتھ ہی اپنی گاڑی بھی پارک کر دی۔

پروا جالی تک گھٹن نہیں ملتی پھوڑتی تھی۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ شاید اسے بند کرنا یاد نہیں رہا تھا۔ لان تک آتے آتے وہ بھی جھپک چکا تھا۔ وہ پتھر کی بیڑیوں کے پاس گھٹنوں میں سر دے رو رہی تھی۔ آنکھوں سے اس کا پروا دوبارہ بل رہا تھا۔ ابھی وہ بڑھ گھٹن پہلے اس نے اپنے سامنے فیصل لٹاری کو دیکھا تھا۔ بیٹھے جاتے فیصل کب وہ پہلے سے پیچ کر وینڈ سم اور ڈیمٹ لگ رہا تھا۔ پروا تو اپنی آنکھوں پہ اب یقین ہی نہیں رہا تھا۔ جب وہ گاڑی میں اس کے قریب بیٹھا تو اس کے پاس سے وہی جگن پہنٹی ملک تہی تھی۔ اب تو اسے یقین کرنا ہی تھا۔ پروا نے لوسل بعد اسے دیکھ رہی تھی۔ کتنا کھرا ہوا سا تھا وہ۔ اور وہ خود یہ الی اور اٹھ کر کی اڑت سے سے کہا۔ سے کیا ہو گئی تھی۔ اور وہ تک سب سے تیار نہ ہو س میں بسا روز کل کی طرح جادو سے نظر لگ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کچھ کھو رہا تھا اور وہ سری طرف کچھ وہ نہ کی اڑت محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی۔ احساس اب اس کی اڑاں تھا۔

وہ متوازی تہ میں سے پھتا پروا کے پاس خود بھی بیٹھی بیڑیوں پہ بیٹھ گیا۔ "ہی تو اپنے کھر چلیں۔" وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہا تھا۔ ان کو ساحل میں پروا کے آنسوؤں نے اسے مست کر دیا تھا۔

"لیکن سے کھرا" اس نے توپ کر گھٹنوں سے سر اٹھایا تھا۔

"آپے کھر۔ اتنے سال بعد؟"

"ہاں پر کی اپنے کھر۔" تب پروا نے اس کی طرف دیکھا۔ ہاتھ لیا چوڑا فیصل لٹاری خود بھی رو رہا تھا۔

"آئیو پتھر کی دھکی دھکی میں۔"

"جیڑی آپ نے کچھ توازی نہیں دی۔"

"میں نے اتنی توازی نہیں دی۔"

"تم خود ہی پھپھاتی تھیں نا!"

"آپ کچھ دھکی دھکی تھیں نا!"

"مست ہو چکی ہو آپسی میں۔ پروا نے نوسل فیصل نوسل کا انتظار تم نے میرے نصیب میں لکھا کچھ میرا جرم تو جاتا ہے۔ تم نے تو مجھے اپنی زندگی سے ہی نکل دیا۔ اس طرح جیسے میں کبھی تھی ہی نہیں۔"

"سب کچھ بتا دیں گے میں تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔" صرف پانچ منٹ میں تمہارے پاس۔ "اس نے بڑی تیزی سے فیصل کیا تھا۔ پروا اس کی محبوب بیوی تھی۔ وہ اسے دوبارہ کھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی پھپھانی نے پہلے ہی اسے مست کر دیا تھا۔

فیصل اور وہ مرکزی گیٹ سے اٹھتے اندر داخل ہوئے تھے۔ سلوی اور وہ شوار بیٹھی موسم کا مزہ لے رہی تھیں۔ یہ معکری تیرن کر دینے والا تھا۔ پانچ منٹ سے بھی کم میں کھر کے سب افراد سوائے لائیو کے جمع ہو کر پروا کو گھیرت میں لے گئے تھے۔ کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا پروا انیم کے گلے سے کھلی اور رتیل تھی۔ انیم کی بھی یہی حالت تھی۔ مقررہ انیم لے کر ہی وہاں سے اسے ڈالی تھیں۔ بے غرض اور بے لوث۔ جن کو سب سے آخر میں پناہ چاہا تھا۔ وہ مٹھائی لے کر کھر آیا تھا۔ راہیہ ابھی تک اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔ پروا کے لیوں پہ مست سوالی تھے۔

ایمان شور سے جاگ گئی تھی۔ اس کی خیر لاسی ہی تھی۔ لائیو نے اٹھ کر اس کا منہ ہاتھ دھو لیا اور باہر آئی۔ کھر والے سارے ہاں میں جمع تھے۔ لکھا تھا کوئی مسلمان آیا ہے۔ ایمان کی انگلی پکڑے ہاں میں آئی۔ اس کے ہاتھ رانٹل ہوتے ہی خاموش چھائی جیسے سب کو سناپ مودھ کیا جو۔ وہ ایک دو سرے سے نظریں چار رہے تھے۔ لائیو پروا کو دیکھ کر ٹھٹھکی سی گئی تھی۔ یہ صورت اس کے لیے جالی پھپھاتی تھی۔ پروا کو



نزلہ زکام اور فاقہ چینی

سرگرمیوں کا بہترین دوست ہے۔

نی دینی یہ دیکھ چکی تھی۔ اس کی کتاب کے بیک پر نفل
 پہ اس کی تصویر چھپ چکی تھی۔ لیفل کے پاس
 اس کی کتہیں موجود تھیں۔ وہ خود لیفل کے دل میں
 تھی۔ تو وہ اس وقت اسے یہ نہ پہچان پائی۔ لے کے
 بڑا دین جسے میں اس نے بلیج لیا تھا کہ یہ وہی ہے
 جس کی تلاش میں لیفل اس سے صدیوں کے فاصلے پہ

ایمان اس سے ہاتھ چھڑا کر ایک دم لیفل کی طرف
 بھاگی۔
 "یہاں یہ کون ہیں اور دائیں رو رہی ہیں؟" وہ
 لیفل کی گردن میں بندھ گئی۔ تب پر اسے سائنٹ جیٹ
 "پیارے لیس، ہاں یہ کون ہیں؟" خاموش بیٹھے لیفل
 سے اس نے دوبارہ سوال کیا۔ اب وہ اسے میں کھڑی
 دیکھ رہی تھی۔ پروا کی نظر ابھی تک اس پر نہیں پڑی
 تھی۔ سب کے سب سانس روک کے لیفل اور ایمان کی
 طرف دیکھ رہے تھے۔ تب تاہم چھوٹے چھوٹے قدم
 اٹھاتی ہوتی تھی۔
 "جیسا ام لیکم" اس نے بھی اور بھی آواز میں سلام
 کیا۔ وہ پرانے سائنٹ کھڑی تھی۔ لیفل نے ایمان کو
 گود سے اٹھ دیا تھا۔
 "یہ وہی شہزادی ہیں جو دست پہلے تم کو جی تھیں؟"
 میری قلمی کے سبب میں اسے ڈھونڈ کر لے آیا
 ہوں۔ لیفل کی نگاہوں پر وہی تھی جو بڑی حیرانی سے
 ایمان کو دیکھ رہی تھی۔ تھے سارے سوال تھے اس کی
 اہلیوں میں۔ لیفل کو اپنا آپ بلی صراط پہ محسوس
 ہوا۔
 "ہر ہاں یہ میری بیٹی ایمان اور یہ لائبر ہے۔" اس
 نے تعارف کا گوارا فریضہ خوبی انجام دیا۔ وہ میرے
 سے چپے ہوئی اور پھر میں سے قدم تیز گھسیٹتی باہر
 نکل گئی۔ اس کے چپے لگا۔
 "میری لائبر بڑک چو۔ اب مجھے چھوڑ کر نہ جانا"
 میں پہلے کی طرح اکیلا نہیں رہنا چاہتا۔" اس نے پروا
 کے دونوں بازو پکڑ لیے اس نے اس کی سے لپٹ بازو
 چمڑائے اور بھلی پکوں سے اسے دیکھ کر جیسے